قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعرات 21 اپریل 2022ء | 19 رمضان 1443 ہجری قمری | 21 شہادت 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:95

فرمانِ رسول ﷺ

اعتکاف سے متعلق چند روایات

حضرت عائشہؓ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف فرماتے تو آپ سر میرے قریب کر دیتے تو میں آپ کو کنگھی کر دیتی اور آپؐ گھر صرف حوائج ضروریہ کے لئے آتے۔

(ابوداؤد کتاب الصیام باب المعتکف یدخل البیت لحاجتہ)

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیمار پرسی کے لئے جاتے اور آپؐ اعتکاف میں ہوتے۔ پس آپؐ قیام کئے بغیر اس کا حال پوچھتے۔

(ابوداؤد کتاب الصیام باب المعتکف یعود المریض)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

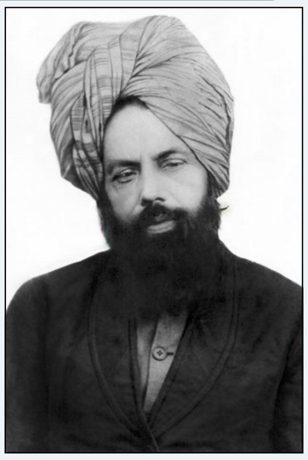

خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر عباد اللہ صاحب رمضان میں اعتکاف بیٹھے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا:

’’اعتکاف میں یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان اندر ہی بیٹھا رہے اور بالکل کہیں آئے جائے ہی نہ۔ مسجد کی چھت پر دھوپ ہوتی ہے وہاں جاکر آپ بیٹھ سکتے ہیں۔ کیونکہ نیچے یہاں سردی زیادہ ہے۔ اور ضروری بات کر سکتے ہیں۔ ضروری امور کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اور یوں تو ہر ایک کام مومن کا عبادت ہی ہوتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 587-588 ایڈیشن 1988ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں ایک سوال پیش ہوا کہ معتکف اپنے دنیوی کاروبار کے متعلق بات کرسکتا ہے یا نہیں؟ آپؑ نے فرمایا:

’’سخت ضرورت کے سبب کرسکتا ہے اور بیمار کی عیادت کے لئے اور حوائج ضروری کے واسطے باہر جا سکتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 153-154 ایڈیشن 1988ء)

ارشاد باری تعالیٰ

وَلَا تُبَاشِرُوۡہُنَّ وَاَنۡتُمۡ عٰکِفُوۡنَ ۙ فِی الۡمَسٰجِدِ ؕ تِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰہِ فَلَا تَقۡرَبُوۡہَا ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّہُمۡ یَتَّقُوۡنَ ﴿۱۸۸﴾

(سورۃ البقرہ:188)

ترجمہ: اور ان سے ازدواجی تعلقات قائم نہ کرو جبکہ تم مساجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں پس ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ اپنی آیات لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔

فرمان خلیفہ وقت

ایک روایت میں آتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ’’رسول اللہؐ ہر رمضان میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، ایک رمضان میں نماز فجر کی ادائیگی کے بعد آپ اپنے خیمہ میں داخل ہوئے تو حضرت عائشہؓ نے اعتکاف بیٹھنے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ انہوں نے بھی اعتکاف کے لئے خیمہ لگا لیا حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کے اعتکاف کرنے کا سنا تو انہوں نے بھی اعتکاف کے لئے خیمہ لگا لیا۔ حضرت زینبؓ نے یہ خبر سنی تو انہوں نے بھی اعتکاف کے لئے خیمہ لگا لیا۔ رسول اللہؐ نے جب اگلی صبح دیکھا تو چار خیمے لگے ہوئے تھے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ اس پر آپؐ کو امہات المومنین کا حال بتایا گیا (کہ ہر ایک نے ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی خیمہ لگا لیا ہے، اس لحاظ سے کہ آنحضرتؐ کا قرب حاصل ہو جائے گا) اس پر آنحضورؐ نے فرمایا کہ ان کو ایسا کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا ہے۔ کیا نیکی نے؟ ان خیموں کو اٹھالو مَیں ان کو نہ دیکھوں۔ چنانچہ وہ خیمے اکھاڑ دیئے گئے، پھر آنحضورؐ نے اس رمضان میں اعتکاف نہ کیا۔ اپنا خیمہ بھی اٹھالیا۔ البتہ (اس سال) آپ نے (روایت کے مطابق) آخری عشرہ شوال میں اعتکاف کیا۔

(بخاری کتاب الاعتکاف باب اعتکاف فی شوال)

یہ دیکھا دیکھی والی نیکیاں بدعات بن جاتی ہیں۔ آپؐ برداشت نہ کرسکتے تھے کہ بدعات پھیلیں۔ نیکیوں کی خواہش تو دل سے پھوٹنی چاہیئے۔ اس کا اظہار اس طرح ہو کہ لگے کہ نیکی کی خواہش دل سے نکل رہی ہے۔ یہ نہ ہو کہ لگ رہا ہو دیکھا دیکھی سب

بقیہ صفحہ 3 پر

اس شمارہ میں

- کھل اٹھے مرجھائے دل رمضان میں (منظوم)
- جو عالی ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کر ملتے ہیں
- دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)
- سورتہائے قرآن شریف کا تعارف (از خلیفۃ المسیح الرابعؒ)
- حضرت حکیم محمد عبد الجلیل بھیروی رضی اللہ عنہ کا تعارف
- خطبہ جمعہ بصورت سوال و جواب مؤرخہ 28/ جنوری 2022ء
- آخری عشرہ رمضان ’’آگ سے نجات‘‘ کا ایک ذریعہ۔ اعتکاف
- رمضان المبارک کی فضیلت
- آؤ! اُردو سیکھیں
- مقدر کی رات

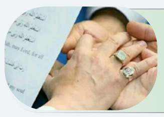

دربارِ خلافت

جس زمانہ کے لئے حَکَم آنا چاہئے تھا وہ زمانہ موجود ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس اب یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں کا بھی فرض ہے کہ اس فریضہ کی سرانجام دہی میں مصروف ہوں اور توحید کو قائم کرنے کی کوشش کریں۔ پھر آپ اپنے امام اور حَکَم ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ’’یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی، رسول، محدّث، مجدّد سب داخل ہیں۔ مگر جو لوگ ارشاد اور ہدایت خلق اللہ کیلئے مامور نہیں ہوئے اور نہ وہ کمالات ان کو دیئے گئے وہ گو ولی ہوں یا ابدال ہوں امام الزمان نہیں کہلا سکتے۔ اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے جس کی پیروی تمام عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور مُلہموں کو کرنی خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے‘‘۔ یعنی ہر مسلمان کو، ہر نیک آدمی کو، جن کو خوابیں آتی ہیں اُن کو بھی، جن کو الہام ہوئے ہیں مسیح کے آنے کے، امام کے آنے کے، اُن کو بھی ’’سو مَیں اِس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزمان مَیں ہوں اور مجھ میں خدا تعالیٰ نے وہ تمام علامتیں اور تمام شرطیں جمع کی ہیں اور اس صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرمایا ہے جس میں سے پندرہ برس گزر بھی گئے اور ایسے وقت میں مَیں ظاہر ہوا ہوں کہ جب کہ اسلامی عقیدے اختلافات سے بھر گئے تھے۔ اور کوئی عقیدہ اختلاف سے خالی نہ تھا۔ ایسا ہی مسیح کے نزول کے بارے میں نہایت غلط خیال پھیل گئے تھے اور اس عقیدے میں بھی اختلاف کا یہ حال تھا کہ کوئی حضرت عیسیٰ کی حیات کا قائل تھا اور کوئی موت کا۔ اور کوئی جسمانی نزول مانتا تھا اور کوئی بروزی نزول کا معتقد تھا۔ اور کوئی دمشق میں ان کو اتار رہا تھا اور کوئی مکّہ میں۔ اور کوئی بیت المقدس میں اور کوئی اسلامی لشکر میں۔ اور کوئی خیال کرتا تھا کہ ہندوستان میں اتریں گے۔ پس یہ تمام مختلف رائیں اور مختلف قول ایک فیصلہ کرنے والے حَکَم کو چاہتے تھے سو وہ حَکَم میں ہوں۔ میں روحانی طور پر کسر صلیب کے لئے اور نیز اختلافات کے دُور کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ ان ہی دونوں امروں نے تقاضا کیا کہ مَیں بھیجا جاؤں۔ میرے لئے ضروری نہیں تھا کہ مَیں اپنی حقیت کی کوئی اور دلیل پیش کروں کیونکہ ضرورت خود دلیل ہے‘‘۔ جو حالات تھے وہ مسیح موعود کے آنے کا تقاضا کر رہے تھے اور ضرورت تھی اور یہی دلیل کافی تھی۔ ’’لیکن پھر بھی میری تائید میں خدا تعالیٰ نے کئی نشان ظاہر کئے ہیں۔ اور مَیں جیسا کہ اور اختلافات میں فیصلہ کرنے کے لئے حَکَم ہوں۔ ایسا ہی وفات حیات کے جھگڑے میں بھی حَکَم ہوں۔ اور مَیں امام مالکؒ اور ابن حزمؒ اور معتزلہ کے قول کو مسیح کی وفات کے بارے میں صحیح قرار دیتا ہوں اور دوسرے اہل سنّت کو غلطی کا مرتکب سمجھتا ہوں۔ سو مَیں بحیثیت حَکَم ہونے کے ان جھگڑا کرنے والوں میں یہ حکم صادر کرتا ہوں کہ نزول کے اجمالی معنوں میں یہ گروہ اہل سنّت کا سچا ہے کیونکہ مسیح کا بروزی طور پر نزول ہونا ضروری تھا۔ ہاں نزول کی کیفیت بیان کرنے میں ان لوگوں نے غلطی کھائی ہے‘‘۔ ایک حد تک تو سچا ہے کہ نزول بروزی ہونا تھا، لیکن کیفیت میں غلطی کھائی۔ ’’نزول صفت بروزی تھا، نہ کہ حقیقی۔ اور مسیح کی وفات کے مسئلہ میں معتزلہ اور امام مالک اور ابن حزم وغیرہ ہمکلام اُن کے سچے ہیں کیونکہ بموجب نصِّ صریح آیت کریمہ یعنی آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کے مسیح کا عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے وفات پانا ضروری تھا۔ یہ میری طرف سے بطور حَکَم کے فیصلہ ہے۔ اب جو شخص میرے فیصلہ کو قبول نہیں کرتا وہ اُس کو قبول نہیں کرتا جس نے مجھے حَکَم مقرر فرمایا ہے۔ اگر یہ سوال پیش ہو کہ تمہارے حَکَم ہونے کا ثبوت کیا ہے؟ اِس کا یہ جواب ہے کہ جس زمانہ کیلئے حَکَم آنا چاہئے تھا وہ زمانہ موجود ہے۔ اور جس قوم کی صلیبی غلطیوں کی حَکَم نے اصلاح کرنی تھی وہ قوم موجود ہے۔ اور جن نشانوں نے اس حَکَم پر گواہی دینی تھی وہ نشان ظہور میں آچکے ہیں‘‘۔ آسمانی بھی اور زمینی بھی۔ ’’اور اب بھی نشانوں کا سلسلہ شروع ہے۔ آسمان نشان ظاہر کر رہا ہے۔ زمین نشان ظاہر کر رہی ہے اور مبارک وہ جن کی آنکھیں اب بند نہ رہیں۔‘‘

(ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 495-496)

(خطبہ جمعہ 22/ مارچ 2013ء)

کھل اٹھے مرجھائے دل رمضان میں

کھل اٹھے مرجھائے دل رمضان میں
تازگی کچھ آئی ہے ایمان میں

فضل کا سرچشمہ ہے ماہ صیام
رب نے میرے لکھ دیا قرآن میں

مہکی ہے جو چار سو خوشبو نئی
رکھ لو اس کو حشر کے سامان میں

مومنو! تم بھی فضیلت جان لو
مغفرت بخشش ملے فیضان میں

سب ملائک روز و شب صل علی
پڑھتے ہیں میرے نبیؐ کی شان میں

سلسبیلیں لگ گئیں رب کی دیا
جیسے بیٹھے برکتوں کی کان میں

دیا جیم۔ فیجی

آج کی دعا

اے رب العالمین! تیرے احسانوں کا میں شکر نہیں کر سکتا۔ تو نہایت ہی رحیم و کریم ہے اور تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا مَیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے۔ مَیں تیری وَجہِ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما۔ اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین ثم آمین

(ملفوظات جلد اول صفحہ 235 ایڈیشن 1984ء)

یہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت پیاری دعائے رحمت ہے۔

بہت پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 10 ستمبر 2010 میں اس دعا کے پڑھنے کی تحریک فرمائی ہے۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

اداریہ

جو عالی ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کر ملتے ہیں
صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

خاکسار نے ایک اینکر پرسن کی زبانی یہ محاورہ سنا کہ ’’جھک کر ہی رفعتیں ملتی ہیں‘‘ تو ذہن کا ایک دریچہ ایسا کھلا جیسے کمپیوٹر میں کسی ونڈو (Window) کا بٹن دبائیں تو اس مضمون کے حوالہ سے بہت سا مواد سکرین پر لکھا ہوا ظاہر ہو جاتا ہے۔ جھکنے سے جو بلندیاں اور رفعتیں انسان کو ملتی ہیں، اس کا روحانی اور مادی دنیا سے ایک باب وا ہوا۔ یہ چیز مشاہدہ میں آئی ہے کہ پہاڑی یا ٹیلہ جھک کر ہی طے کیا جاتا ہے کوہ پیماؤں کو کبھی اکڑ کر پہاڑوں پر چڑھتے نہیں دیکھا بلکہ اپنی سونٹی کے زور پر جھکے ہی دیکھا ہے۔ حجر اسود سے برکتیں بھی جھک کر چوم کر ہی حاصل ہوتی ہیں۔

دنیا کے مختلف مذاہب کی عبادتوں میں یا مختلف سوسائٹیوں اور کلچرز میں آداب وتسلیم کے جو طریق وضع ہیں ان میں جھکنا یا زمین کی طرف ذرا سا جھکاؤ شامل ہے۔ دنیا کی مختلف قومیتوں کے کلچر کو دیکھیں تو کسی میں سجدہ کی صورت میں، کسی میں رکوع کی طرح Bow Down کرکے، کسی میں بائیں گھٹنے کو زمین پر ٹیک کر، بعضوں میں دونوں گھٹنوں کو زمین پر لگا کر، کسی میں ہاتھ باندھ کر ذرا سا جھک کر اپنے سے بڑوں کو ملا جاتا ہے اور کسی میں ہاتھ بلند کرکے یا ہاتھوں کو معافی والی کیفیت سے ملا کر جھکا جاتا ہے۔ بعضوں میں دو زانو ہو کر بیٹھا جاتا ہے۔ اور اگر مذہب کو دیکھا جائے تو اس طرح جھکنے جیسی حرکات وسکنات ان کی عبادات میں پائی جاتی ہیں۔ اور مذہب اسلام کی عبادت یعنی نماز میں حرکات وسکنات کا اگر احاطہ کیا جائے تو تمام مذاہب کی آداب وتسلیم کو مذہب اسلام کی نماز میں جمع کر دیا گیا ہے۔ جیسے نماز میں سجدہ اور رکوع موجود ہیں۔ سجدہ کے معنی ماتھا ٹیکنا، سر جھکانا کے ہیں جبکہ رکوع کے معنوں میں عاجزی سے جھکنا شامل ہے اور سجدہ میں اعضاء کو ایسے طریق سے رکھنے کی ہدایت ہے جس کے انگ انگ سے اپنے خالق اللہ تعالیٰ کے آداب وتسلیم ظاہر ہوتے ہیں۔ سجدہ میں ماتھے اور ناک کو زمین کے ساتھ لگانا، ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا۔ یہ سب باتیں اپنے اس اللہ کا شکر ادا کرنا ہے جس نے ہم سب کو صحیح اور درست اعضاء کے ساتھ پیدا کیا اور ان اعضاء کو اسی خدا کے دربار میں مؤدب رکھنا دراصل ایک سبق لئے ہوئے ہے کہ جس طرح اس دنیا میں ایک ادنیٰ نوکر یا ملازم اپنے افسر کا دل چاپلوسی کرنے یا افسر کی تعریف کرنے سے جیت لیتا ہے اور عارضی انعام کا وارث ٹھہرتا ہے۔ اگر اس خدائے عزّ وجل کا شکر دل کی عمیق گہرائیوں سے ادا کیا جائے۔ اس کی دل سے تعریف کی جائے تو پھر انسان لازوال الٰہی نعمتوں سے حصہ پاتا ہے۔ عنوان میں دیئے گئے شعر میں شاعر نے اس مضمون کو کیا ہی اچھے، اچھوتے اور انوکھے انداز میں بیان کیا ہے کہ جو بڑے لوگ ہوتے ہیں جن کے ظرف بہت بلند ہوتے ہیں وہ ہمیشہ جھک کر ملتے ہیں۔ کیونکہ اکڑ انسان کو توڑ کر رکھ دیتی ہے اور دوسرے مصرعہ میں کیا ہی عمدہ حسین رنگ میں ایک مثال دے کر عظیم سبق دیا گیا ہے کہ صراحی یعنی پانی بھرے گھڑے سے پانی انڈیلنے کی ضرورت ہو یا اس سے گلاس وغیرہ بھرنا ہو تو صراحی کو سرنگوں کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بغیر بھرا جا ہی نہیں سکتا۔

یہ صرف صراحی یا گھڑے کی مثال نہیں۔ دودھی جب روزانہ ہی گھروں میں دودھ دینے آتے ہیں تو وہ باقاعدہ دودھ والے برتن کو انڈیل کر پوّے میں دودھ ڈالتے ہیں۔ اس کے بغیر پوّے میں دودھ نہیں ڈالا جا سکتا۔ ماسوائے اس کے کہ برتن کھلے منہ کا ہو۔

اس سنہری اور کارآمد مثال میں انسان کو ایک اہم سبق دیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ انکساری، سادگی اور عاجزی سے زندگی گزارے اور انسان کو ہمیشہ دنیا میں پھلوں سے لدے درختوں کو دیکھتے رہنا چاہئے کہ جب ان پر پھل لگتا ہے تو وہ جھک جاتے ہیں۔ بعض تو زمین سے لگ کر سجدہ کرنے کی کیفیت میں ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہری سجدوں پر امید رکھنا طمع خام ہے جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا صرف تقویٰ پہنچتا ہے۔ ایسا ہی جسمانی رکوع وسجود بھی ہیچ ہیں جب تک دل کا رکوع وسجود وقیام نہ ہو۔ دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم ہو اور رکوع یہ ہے کہ اس کی طرف جھکے اور سجود یہ ہے کہ اس کے لئے اپنے وجود سے دست بردار ہو۔‘‘

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 398)

٭ آپ پھر فرماتے ہیں۔ ’’اصل بات یہ ہے کہ انسان عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور عبادت دو قسم کی ہے۔ ایک تذلل اور انکسار۔ دوسری محبت اور ایثار۔ تذلل اور انکسار کے لئے اس نماز کا حکم ہوا جو جسمانی رنگ میں انسان کے ہر ایک عضو کو خشوع اور خضوع کی حالت میں ڈالتی ہے۔ یہاں تک کہ دلی سجدہ کے مقابل پر اس نماز میں جسم کا بھی سجدہ رکھا گیا تا جسم اور روح دونوں اس عبادت میں شامل ہوں اور واضح ہو کہ جسم کا سجدہ بے کار اور لغو نہیں اول تو یہ امر مسلم ہے کہ خدا جیسا کہ روح کا پیدا کرنے والا ہے ایسا ہی وہ جسم کا بھی پیدا کرنے والا ہے اور دونوں پر اس کا حق خالقیت ہے۔ ماسوا اس کے جسم اور روح ایک دوسرے کی تاثیر قبول کرتے ہیں۔ بعض وقت جسم کا سجدہ روح کے سجدہ کا محرک ہو جاتا ہے اور بعض وقت روح کا سجدہ جسم میں سجدہ کی حالت پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ جسم اور روح دونوں باہم مرایا متقابلہ کی طرح ہیں‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 99-100)

ہمارے موجودہ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے معاً بعد شرائط بیعت پر خطبات کے سلسلے کا آغاز فرمایا تھا۔ مورخہ 29 اگست 2003ء کو شرط نمبر 7 کے ذکر میں فرمایا ’’دوسری بات جو اس شرط میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کروں گا تو جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ جب آپ اپنے دل ودماغ کو تکبر سے خالی کرنے کی کوشش کریں گے۔ خالی کریں گے تو پھر لازماً ایک اعلیٰ وصف، ایک اعلیٰ صفت، ایک اعلیٰ خلق اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا ورنہ پھر شیطان حملہ کرے گا کیونکہ وہ اسی کام کے لئے بیٹھا ہے کہ آپ کا پیچھا نہ چھوڑے۔ وہ خلق ہے عاجزی اور مسکینی اور یہ ہو نہیں سکتا کہ عاجز اور متکبر اکٹھے رہ سکیں۔ متکبر لوگ ہمیشہ ایسے عاجز لوگوں پر جو عباد الرحمٰن ہوں طعنہ زنیاں کرتے رہتے ہیں۔ فقرے کستے رہتے ہیں تو ایسے لوگوں کے مقابل پر آپ نے ان جیسا رویہ نہیں اپنانا بلکہ خدا تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا ہے فرمایا۔

وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَہُمُ الۡجٰہِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا (الفرقان: 64)

اور رحمان خدا کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو جواباً کہتے ہیں ’’سلام‘‘

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ 279)

پس رمضان اپنے اللہ کی طرف جھکنے اور اس کے عیال یعنی مخلوق کی طرف شفقت اور محبت کے ساتھ جھکنے کا مہینہ ہے۔ اس سے ایک مؤمن کو ایسے سبق حاصل کرنے چاہئیں جو اس کی تمام باقی ماندہ زندگی بطور اثاثہ کے کام آئے۔

(ابو سعید)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت ...... از صفحہ 1

کام ہو رہے ہیں۔ امہات المومنین بھی یقیناً نیکی کی وجہ سے ہی اعتکاف بیٹھی ہوں گی کہ آنحضرتؐ کے قرب میں ان برکات سے ہم بھی حصہ لے لیں جو ان دنوں میں ہوتی ہیں۔ لیکن آپؐ کو یہ برداشت نہ تھا کہ کسی نیکی سے دکھاوے کا ذرا سا بھی اظہار ہوتا ہو۔ ذرا سا بھی شبہ ہوتا ہو۔ چنانچہ آپؐ نے سب کے خیمے اکھڑوا دیئے۔

پھر آپؐ نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ اعتکاف کس طرح بیٹھنا چاہئے، بیٹھنے والوں اور دوسروں کے لئے کیا کیا پابندیاں ہیں روایت میں آتا ہے کہ ’’آپؐ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا، آپؐ کے لئے کھجور کی خشک شاخوں کا حجرہ بنایا گیا، ایک دن آپؐ نے باہر جھانکتے ہوئے فرمایا، نمازی اپنے رب سے راز ونیاز میں مگن ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو سنانے کے لئے قراءت بالجہر نہ کرو۔‘‘

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 67۔ مطبوعہ بیروت)

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 22 اکتوبر 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حسنیٰ مقبول احمد۔امریکہ

دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)

قسط 16

کثرتِ گناہ کی وجہ سے دُعا میں کوتاہی نہ ہو

گناہ کرنے والا اپنے گناہوں کی کثرت وغیرہ کا خیال کر کے دعا سے ہرگز باز نہ رہے۔ دُعا تریاق ہے۔ آخر دُعاؤں سے دیکھ لیگا کہ گناہ اسے کیسا برا لگنے لگا۔ جو لوگ معاصی میں ڈوب کر دعا کی قبولیت سے مایوس رہتے ہیں۔ اور توبہ کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ آخر وہ انبیاء اور ان کی تاثیرات کے منکر ہوجاتے ہیں۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 4-5 ایڈیشن 1984ء)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70)

جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرے گا ہم اس کو اپنی راہیں دکھلادیں گے۔

یہ تو وعدہ ہے اور ادھر یہ دعا ہے کہ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحہ:6)

سو انسان کو چاہئے کہ اس کو مدنظر رکھ کر نماز میں بالحاح دعا کرے۔ اور تمنا رکھے کہ وہ بھی ان لوگوں میں سے ہو جاوے جو ترقی اور بصیرت حاصل کر چکے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس جہان سے بے بصیرت اور اندھا اٹھایا جاوے۔ چنانچہ فرمایا مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔ (بنی اسرائیل:73)

کہ جو اس جہان میں اندھا ہے وہ اس جہان میں بھی اندھا ہے۔

قبولِ دعا کیلئے بھی چند شرائط ہوتی ہیں مگر یہ بات بھی بحضور دل سن لینی چاہئے کہ قبولِ دعا کے لئے بھی چند شرائط ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو دعا کرنے والے کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض دعا کرانے والے کے متعلق دعا کرانے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیّت کو مدنظر رکھے۔ اور اس کے غناء ذاتی سے ہر وقت ڈرتا رہے۔ اور صلحکاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنالے تقویٰ اور راستبازی سے خدا تعالیٰ کو خوش کرے تو ایسی صورت میں دعا کے لئے باب استجابت کھولا جاتا ہے۔ اور اگر وہ خدا تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اور اس سے بگاڑ اور جنگ قائم کرتا ہے تو اس کی شرارتیں اور غلط کاریاں دعا کی راہ میں ایک سد اور چٹان ہو جاتی ہیں۔ اور استجابت کا دروازہ اس کے لئے بند ہو جاتا ہے۔ پس ہمارے دوستوں کے لئے لازم ہے کہ وہ ہماری دعاؤں کو ضائع ہونے سے بچاویں اور ان کی راہ میں کوئی روک نہ ڈال دیں جو ان کی ناشائستہ حرکات سے پیدا ہو سکتی ہیں۔

(ملفوظات جلد اوّل ایڈیشن 1984ء صفحہ 106-108)

اِيَّاكَ نَعْبُدُ کو اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پر تقدّم کی وجہ

اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پر اِيَّاكَ نَعْبُدُ کو تقدم اس لئے ہے کہ انسان دعا کے وقت تمام قویٰ سے کام لیکر خدا تعالیٰ کی طرف آتا ہے۔ یہ ایک بے ادبی اور گستاخی ہے کہ قویٰ سے کام نہ لے کر اور قانونِ قدرت کے قواعد سے کام نہ لے کر آوے مثلاً کسان اگر تخم ریزی کرنے سے پہلے ہی یہ دعا کرے کہ الٰہی! اس کھیت کو ہرا بھرا کر اور پھل پھول لا۔ تو یہ شوخی اور ٹھٹھا ہے۔ اسی کو خدا کا امتحان اور آزمائش کہتے ہیں جس سے منع کیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ خدا کو مت آزماؤ۔ جیسا کہ مسیح علیہ السلام کے مائدہ مانگنے کے قصہ میں اس امر کو بوضاحت بیان کیا گیا ہے۔ اس پر غور کرو اور سوچو۔

(ملفوظات جلد اوّل ایڈیشن 1984ء صفحہ 123-124)

مخالف باپ کے لئے دعا کی نصیحت

ظہر کے وقت حضور نے ایک نو وارد صاحب سے ملاقات کی اور ان کو تاکید کی کہ وہ اپنے والد کے حق میں جو سخت مخالف ہیں دعا کیا کریں۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور میں دعا کیا کرتا ہوں اور حضور کی خدمت میں بھی دعا کے لئے ہمیشہ لکھا کرتا ہوں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ توجہ سے دعا کرو۔ باپ کی دعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے۔ اگر آپ بھی توجہ سے دعا کریں تو اس وقت ہماری دعا کا بھی اثر ہوگا۔

(ملفوظات جلد چہارم ایڈیشن 1984ء صفحہ 187-188)

عذاب سے حفاظت

بٹالہ میں طاعون کا ذکر سن کر فرمایا کہ

یہ سرزمین بہت گندی ہے خوف ہے کہ کہیں تباہ نہ ہوجائے۔ اللہ کا رحم ہے اس شخص پر جو امن کی حالت میں اسی طرح ڈرتا ہے جس طرح کسی مصیبت کے وارد ہونے پر ڈرتا ہے جو امن کے وقت خدا تعالیٰ کو نہیں بھلاتا۔ خدا تعالیٰ اسے مصیبت کے وقت نہیں بھلاتا اور جو امن کے زمانہ کو عیش میں بسر کرتا ہے اور مصیبت کے وقت دعائیں کرنے لگتا ہے تو اس کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔ جب عذاب الٰہی کا نزول ہوتا ہے تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے پس کیا ہی سعید وہ ہے جو عذاب الٰہی کے نزول سے پیشتر دعا میں مصروف رہتا ہے۔ صدقات دیتا ہے اور امر الٰہی کی تعظیم اور خلق اللہ پر شفقت کرتا ہے۔ اپنے اعمال کو سنوار کر بجالاتا ہے۔ یہی سعادت کے نشان ہیں۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح سعید اور شقی کی شناخت بھی آسان ہوتی ہے۔

...خدا تعالیٰ جو علاج فرماتا ہے وہ حتمی ہوتا ہے۔ اس سے نقصان نہیں ہوتا۔ مگر یہ بات ذرا مشکل ہے۔ کامل ایمان کو چاہتی ہے اور یقین کے پہاڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کا اللہ تعالیٰ خود معالج ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ دانت میں سخت درد تھا۔ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ اس کا کیا علاج ہے۔ اس نے کہا کہ موٹا علاج مشہور ہے علاجِ دنداں اخراجِ دنداں۔ اس کا یہ فقرہ میرے دل پر بہت گراں گزرا کیونکہ دانت بھی ایک نعمتِ الٰہی ہے۔ اسے نکال دینا ایک نعمت سے محروم ہونا ہے اسی فکر میں تھا کہ غنودگی آئی اور زبان پر جاری ہوا۔ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (الشعراء:81) اس کے ساتھ ہی معًا درد ٹھہر گیا اور پھر نہیں ہوا۔

(ملفوظات جلد چہارم ایڈیشن 1984ء صفحہ 229-230)

انسان کو یقین ہو کہ وہ سمیع علیم خدا کے سامنے کھڑا ہے

نماز ہے کہ ہر ایک حیثیت کے آدمی کو پانچوں وقت ادا کرنی پڑتی ہے اسے ہرگز ضائع نہ کریں۔ اسے بار بار پڑھو اور اس خیال سے پڑھو کہ میں ایسی طاقت والے کے سامنے کھڑا ہوں کہ اگر اس کا ارادہ ہو تو ابھی قبول کر لیوے۔ اسی حالت میں بلکہ اسی ساعت میں بلکہ اسی سیکنڈ میں کیونکہ دوسرے دنیوی حاکم تو خزانوں کے محتاج ہیں۔ اور ان کو فکر ہوتی ہے کہ خزانہ خالی نہ ہو جاوے اور ناداری کا ان کو فکر لگا رہتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا خزانہ ہر وقت بھرا بھرا ہے۔ جب اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو صرف یقین کی حاجت ہوتی ہے۔ اسے اس امر پر یقین ہو کہ میں ایک سمیع، علیم اور خبیر اور قادر ہستی کے سامنے کھڑا ہوا ہوں اگر اسے رحم آ جاوے تو ابھی دے دیوے۔ بڑی تضرّع سے دعا کرے۔ نا امید اور بدظن ہرگز نہ ہووے اور اگر اسی طرح کرے تو (اس راحت کو) جلدی دیکھ لے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے اور فضل بھی شامل حال ہوں گے اور خود خدا بھی ملے گا تو یہ طریق ہے جس پر کاربند ہونا چاہئے۔ مگر ظالم فاسق کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے لاپروا ہے۔ ایک بیٹا اگر باپ کی پروا نہ کرے اور ناخلف ہو تو باپ کو اس کی پروا نہیں ہوتی تو خدا کو کیوں ہو۔

(ملفوظات جلد چہارم ایڈیشن 1984ء صفحہ 401-402)

بقیہ: مقدر کی رات ...... از صفحہ 14

گیا''۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 425) رسول کریم ﷺ نے بیسویں رمضان کی صبح کو تقریر فرمائی اور فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر کی خبر دی گئی تھی مگر میں اُسے بھول گیا ہوں اس لئے اب تم آخری دس راتوں میں سے وتر راتوں میں اس کی تلاش کرو۔ میں نے دیکھا ہے کہ لیلۃ القدر آئی ہے اور میں مٹی اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اس وقت مسجد نبوی کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی اور جس دن آپ نے یہ تقریر فرمائی بادل کا نشان تک نہ تھا۔ پھر یہ روایت کرنے والے کہتے ہیں کہ اچانک بادل کا ایک ٹکڑا آسمان پر ظاہر ہوا اور بارش شروع ہوگئی۔ پھر جب نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی تو میں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی پر مٹی اور پانی کے نشانات ہیں، ایسا خواب کی تصدیق کے لئے ہوا۔۔۔۔

پھر حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اگر مجھے علم ہو جائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو میں اس میں کیا دعا کروں۔ فرمایا کہ تو یہ دعا کر کہ: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ۔ اے اللہ، تو بہت معاف کرنے والا اور معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے پس تو مجھے بھی بخش دے اور معاف فرما دے۔ (ابن ماجہ کتاب الدعا باب الدعا بالعفو...)''

ہمارے پیارے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''سورۃ القدر نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لوگوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ انہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا بلکہ جب وہ گمراہ ہو جائیں گے اور اندھیروں میں گر جائیں گے تو ان پر لیلۃ القدر کا زمانہ آئے گا اور روح زمین پر نازل ہوگا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے گا اسے اتارے گا اور اسے مجدد بنا کر مبعوث فرمائے گا اور روح کے ساتھ ملائکہ بھی نازل ہوں گے جو لوگوں کے دلوں کو حق اور ہدایت کی طرف کھینچ کر لائیں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا''

(حمامۃ البشریٰ صفحہ 92-93)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں کہ ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر اس زمانہ میں ہم نے ایک لیلۃ القدر کا نظارہ دیکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ رمضان میں آنے والی لیلۃ القدر کے نظارے بھی ہمیں دکھائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عشرہ سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور جن مقاصد کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے ان مقاصد کو پورے ہوتے ہوئے ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کو حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے جھنڈے تلے لانے کے نظارے ہمیں دکھائے آمین ثم آمین۔

عائشہ چوہدری۔ جرمنی

سورۃ التکاثر، العصر، الھمزۃ، الفیل، القریش، الماعون، الکوثر، الکافرون، النصر، اللھب، الاخلاص، الفلق اور النّاس کا تعارف

از حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

آخری قسط

ادارہ الفضل مکرمہ عائشہ چوہدری آف جرمنی کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے ہمارے قارئین کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے تحریر فرمودہ تعارف سورتہائے قرآن کو از سرِ نو کمپوز کر کے بطور مائدہ پیش کیا۔ جو قارئین نے بے حد پسند کیا اور اسے سراہا۔

فَجَزَاھَا اللّٰہُ تَعَالٰی

(ایڈیٹر)

سورۃ التکاثر

یہ سورت مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی نو آیات ہیں۔

اس سورت میں انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ دولت کی محبت کے نتیجہ میں قبروں تک پہنچ جائے گا۔ اس میں ایک طرف تو بڑی قوموں کو خبردار کیا گیا ہے کہ اس دوڑ کا نتیجہ سوائے ہلاکت کے اور کچھ نہیں ہوگا اور بعض کمزور قوموں کا حال بھی بیان ہوا ہے کہ وہ اپنی مال و دولت کی طلب اور آرزوؤں کو پورا کرنے کے لئے قبروں کی زیارت سے بھی باز نہیں آئیں گے۔ اس کے نتیجہ میں انسان کو دو دفعہ خبردار کیا گیا ہے، دنیاوی قوموں کو بھی اور توہم پرست مذہبی قوموں کو بھی کہ اس کا آخری انجام یہ ہوگا کہ تم اس آگ کا علم پا لو گے جو تمہارے لئے بھڑکائی گئی ہے۔ اور پھر تم اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لو گے۔ پھر جب اس میں جھونکے جاؤ گے تو تم سے پوچھا جائے گا کہ اب بتاؤ کہ دنیا کی نعمتوں کی اندھا دھند طلب نے تمہیں کیا دیا؟

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1206)

سورۃ العصر

یہ ابتدائی مکی سورت ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی چار آیات ہیں۔

اس سورت میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ گزشتہ سورتوں میں جس قسم کے انسانوں کا ذکر ہے اور جس دنیا طلبی سے ڈرایا گیا ہے اس کے نتیجہ میں ایک ایسا وقت آئے گا کہ جب سارا زمانہ گواہ ہوگا کہ وہ انسان گھاٹے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور انہوں نے حق پر قائم رہتے ہوئے حق کی نصیحت کی اور صبر پر قائم رہتے ہوئے صبر کی نصیحت کی۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1208)

سورۃ الھمزۃ

یہ مکی سورت ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی دس آیات ہیں۔

سورۃ العصر کے بعد سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃ آتی ہے جو اموال کی حریص قوموں کے لئے اب تک بیان فرمودہ انتباہات میں سے سب سے بڑا انتباہ ہے۔ فرمایا کیا اس زمانہ کا بڑا انسان یہ گمان کرے گا کہ اس کے پاس اس کثرت سے دولت اکٹھی ہو چکی ہے اور وہ اسے بے دریغ اپنے دفاع میں خرچ کر رہا ہے گویا اب اسے اس دنیا میں ابدی برتری حاصل ہو گئی ہے؟ خبردار وہ ایک ایسی آگ میں جھونکا جائے گا جو چھوٹے سے چھوٹے ذرّوں میں بند کی گئی ہے اور تجھے کیا پتہ کہ وہ کونسی آگ ہے؟

یہ سوال طبعی طور پر اٹھتا ہے کہ چھوٹے سے ذرّہ میں آگ کیسے بند کی جاسکتی ہے؟ لازماً اس میں اس آگ کا ذکر ہے جو ایٹم میں بند ہوتی ہے اور لفظ حُطَمَۃ اور ایٹم (Atom) میں صوتی مشابہت ہے۔ یہ وہ آگ ہے جو دلوں پر لپکے گی اور ان پر لپکنے کے لئے ایسے ستونوں میں بند کی گئی ہے جو کھینچ کر لمبے ہو جائیں گے۔

یہ ساری سورت انسان کو سمجھ آ ہی نہیں سکتی جب تک اس ایٹمی دَور کے حالات اس پر روشن نہ ہوں۔ وہ ایٹمی مادہ جس میں یہ آگ بند ہے وہ پھٹنے سے پہلے عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ کی شکل اختیار کرتا ہے یعنی بڑھتے ہوئے اندرونی دباؤ کی وجہ سے پھیلنے لگتا ہے اور اس کی آگ انسانوں کے بدن جلانے سے پہلے ان کے دلوں پر لپکتی ہے اور انسانوں کی حرکتِ قلب بند ہو جاتی ہے۔ تمام سائنسدان گواہ ہیں کہ بالکل یہی واقعہ ایٹم بم پھٹنے سے رونما ہوتا ہے۔ اس کے آتش گیر مادہ کے پہنچنے سے پہلے پہلے نہایت طاقتور ریڈیائی لہریں دلوں کی حرکت بند کر دیتی ہیں۔

اس کا ایک اور معنی یہ بھی ہے کہ انسانی جسم کے ذرّات میں بھی ایک آگ مخفی ہے۔ جب وہ ظاہر ہوگی تو پھر انسانی دل پر لپکے گی اور اسے ناکارہ بنا دے گی۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1210)

سورۃ الفیل

یہ ابتدائی مکی سورت ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی چھ آیات ہیں۔

دنیاوی قوموں کی ترقی آخر اس نقطۂ عروج پر ختم ہوگی کہ وہ ساری عظیم طاقتیں اسلام کو نیست و نابود کرنے کے درپے ہو چکی ہوں گی۔ قرآن کریم ماضی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس سے پہلے بھی اُمّ القریٰ یعنی مکّہ کو بڑی بڑی ظاہری حشمت والی قوموں نے تباہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اصحاب الفیل یعنی بڑے بڑے ہاتھیوں والے تھے لیکن پیشتر اس کے کہ وہ ان بڑے بڑے ہاتھیوں پر مکہ پہنچتے، ان پر ابابیل نے جو سمندری چٹانوں کی کھوہوں میں گھر بناتی ہیں، ایسے کنکر برسائے جن میں چیچک کے جراثیم تھے اور ساری فوج میں وہ خوفناک بیماری پھیل گئی اور آناً فاناً وہ ایسی لاشوں کے ڈھیر ہو گئے جیسے کھایا ہوا بُھوسا ہو۔ ان کے جسموں کو مردار خور پرندے پٹک پٹک کر زمین پر مارتے تھے۔ پس آئندہ بھی اگر کسی قوم نے طاقت کے برتے پر اسلام کی یا مکّہ کی بے حرمتی کا اور تباہی کا ارادہ کیا تو وہ بھی اسی طرح تباہ کر دی جائے گی۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1212)

سورۃ قریش

یہ سورت مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی پانچ آیات ہیں۔

سورۃ الفیل کے معاً بعد اس سورت میں یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ جس طرح اس واقعہ سے پہلے اہل مکّہ کے تجارتی قافلے گرمیوں اور سردیوں میں سفر کرتے تھے اور ہر قسم کے پھلوں کے ذریعہ ان کو بھوک اور خوف سے امن عطا کیا کرتے تھے۔ یہی سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1214)

سورۃ الماعون

یہ ابتدائی مکّی سورت ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی آٹھ آیات ہیں۔

اس سورت کا گزشتہ سورت سے بظاہر یہ تعلق معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کثرت سے نعمتیں عطا فرمائے گا تو وہ اس کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز نہیں کریں گے اور وہ عبادت جو ربِّ کعبہ نے سکھائی اس میں ہرگز دکھاوے سے کام نہیں لیں گے ورنہ ان کی نمازیں ان کے لئے ہلاکت کا موجب بن جائیں گی کیونکہ ایسی نمازیں دکھاوے کی ہوں گی۔ اسی طرح ان کا خرچ بھی دکھاوے کا ہوا کرے گا۔ حال یہ ہوگا کہ وہ بڑے بڑے خرچ کریں جس کے نتیجہ میں ان کو شہرت حاصل ہو لیکن غرباء کو ادنیٰ ادنیٰ ضرورت کی چیزیں دینے میں بھی تردّد کریں گے۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1216)

سورۃ الکوثر

یہ سورت مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی چار آیات ہیں۔

سورۃ الماعون کے معاً بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی کوثر عطا کرنے کی خوشخبری دی گئی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی۔ ایک تو یہ معنی ہے کہ وہ اموال جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں گے اگر وہ انہیں بے دریغ بھی خرچ کریں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ مزید اموال عطا فرماتا چلا جائے گا۔ اور سب سے بڑی خوشخبری یہ ہے کہ آپ کو قرآن عطا ہوا جس کے مضامین کبھی نہ ختم ہونے والے خزانہ کی طرح قیامت تک بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے جاری و ساری رہیں گے۔ اس کے مضامین کا کوئی احاطہ نہیں کر سکے گا۔

اس کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ تُو اس عظیم انعام کے شکرانے کے طور پر عبادت کر اور قربانی دے۔ یقیناً تیرا دشمن ہی ابتر رہے گا اور تیرا فیض کبھی ختم ہونے والا نہیں۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1218)

سورة الکافرون

یہ مکّی سورت ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی سات آیات ہیں۔

اس سورت میں کفّار کو مکرّر متنبہ فرمایا گیا ہے کہ نہ کبھی مَیں تمہارے دین کی پیروی کروں گا، نہ کبھی تم میرے دین کی۔ پس تم اپنے دین پر چلتے رہو اور مَیں اپنے دین پر گامزن رہوں گا۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1220)

سورة النصر

یہ سورت مدنی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی چار آیات ہیں۔

اس سورت میں دراصل کوثر ہی کی ایک دوسری شکل بیان فرمائی گئی یعنی جیسا کہ قرآنی انعامات کبھی ختم ہونے والے نہیں اسی طرح اسلامی فتوحات کا سلسلہ بھی لامتناہی سلسلہ ہوگا اور لازماً وہ وقت آئے گا جب فوج درفوج قومیں اسلام میں داخل ہوں گی۔ یہ وقت فتح کے شادیانے بجانے کا نہیں بلکہ استغفار کا ہوگا کیونکہ ان فتوحات کے نتیجہ میں تکبر نہیں پیدا ہونا چاہئے بلکہ اور بھی زیادہ انکساری کے ساتھ اس یقین پر قائم رہنا چاہئے کہ یہ محض اللہ کے فضل کے ساتھ نصیب ہوا ہے۔ پس ایسے موقع پر پہلے سے بڑھ کر استغفار میں مشغول رہنا چاہئے اور پہلے سے بڑھ کر حمد باری تعالیٰ کے ترانے گانے چاہئیں۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1222)

سورة اللّھب

یہ ابتدائی مکی سورتوں میں سے ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی چھ آیات ہیں۔

ابولہب، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک چچا کا نام تھا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہر جگہ نفرت کی آگ بھڑکاتا پھرتا تھا اور اس کی بیوی بھی اس میں ممد تھی۔ فرمایا: اس کے دونوں ہاتھ کاٹے جائیں گے یعنی اسلام کے خلاف آئندہ بھی جنگ کے شعلے بھڑکانے والوں کو خواہ وہ دائیں بازو کے ہوں یا بائیں بازو کے، ذلّت اور رسوائی کے سوا کچھ نصیب نہیں ہوگا۔ اور وہ مطیع قومیں جو جنگ کا ایندھن مہیا کرنے میں ان کی مدد کریں گی ان کے نصیب میں تو پھانسی کے پھندے کے سوا کچھ نہیں۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1224)

سورة الاخلاص

یہ سورت مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی پانچ آیات ہیں۔

یہ ایک بہت چھوٹی سی سورت ہے لیکن اس میں عظیم الشان فتوحات کا وعدہ دیا گیا ہے جو عیسائیت کے خلاف اسلام کو نصیب ہوں گی اور یہ خبر دی گئی ہے کہ نہ اللہ کا کوئی باپ تھا نہ اُس کا کوئی بیٹا ہوگا۔ اس ایک جملہ سے عیسائیت کی تمام عمارت منہدم ہو جاتی ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا باپ نہیں تو اس میں بیٹا پیدا کرنے کی صفات کیسے آئیں؟ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اللہ تعالیٰ کا فرضی بیٹا بیان کیے جاتے ہیں، انہوں نے باپ سے صفات کا حصہ کیوں نہ لیا؟ اور اگر باپ نے بیٹا پیدا کیا تھا تو پھر آگے ان کے بیٹے کیوں پیدا نہ ہوئے؟ اس کے بعد یہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کُفُو نہیں ہے۔ اس لئے اس قسم کی لغو باتیں اللہ جَلّ شانہٗ کی گستاخی کے سوا کوئی نتیجہ پیدا نہیں کریں گی۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1226)

سورة الفلق

یہ مدنی سورت ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی چھ آیات ہیں۔

اس سورت میں خبردار کیا گیا ہے کہ ہر تخلیق کے نتیجہ میں خیر کے علاوہ شر بھی پیدا ہوتا ہے پس ان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے رہو۔ اور اس اندھیری رات کے شرّ سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو جو ایک دفعہ پھر دنیا پر چھا جانے والی ہے۔ اور ان قوموں کے شرّ سے پناہ مانگو جو انسان سے اور قوموں کو قوموں سے پھاڑ کر الگ کر دیتی ہیں۔ گویا ان کا اصول ہی یہ ہے Divide and Rule کہ اگر حکومت کرنا چاہتے ہو تو قوموں میں افتراق پیدا کر دو۔ یہ تمام Imperialism کا خلاصہ ہے جس نے دنیا پر قبضہ کرنا تھا۔ اس کے باوجود اسلام ضرور ترقی کرے گا ورنہ ایسی حالت میں کہ وہ نیست و نابود ہو جائے اس پر حسد تو پیدا نہیں ہو سکتا۔ حسد کا مضمون بتاتا ہے کہ اسلام نے ترقی کرنی ہے اور جب بھی وہ ترقی کرے گا دشمن اس سے حسد کرے گا۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1228)

سورة النّاس

یہ مدنی سورت ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی سات آیات ہیں۔

یہ سورت یہودیت اور عیسائیت کی ان تمام مجموعی کوششوں کو خلاصتہً پیش کرتی ہے جن کے خدّوخال یہ ہوں گے کہ وہ بنی نوع انسان کی ربوبیت کا دعویٰ کریں گے یعنی ان کی اقتصادیات کے بھی مالک بن بیٹھیں گے۔ اور اسی طرح ملوکیت کا بھی دعویٰ کریں گے یعنی ان کی سیاست پر قبضہ کر لیں گے۔ اور پھر گویا خود معبود بن جائیں گے اور جو اُن کی عبادت کرے اس کو تو وہ عطا کریں گے اور جو اُن کی عبادت کا انکار کرے اس کو وہ رُسوا کر دیں گے۔

ان کا سب سے خطرناک ہتھیار یہ ہوگا کہ ایسے وسوسے پیدا کرنے والے کی طرح ہوں گے جو خنّاس ہوگا یعنی دلوں میں وسوسہ پیدا کر کے پھر آپ غائب ہو جائیں گے۔ یہی حال اس زمانہ کی بڑی طاقتوں یعنی Capitalism کا بھی ہوگا اور عوامی طاقتوں یعنی اشتراکیت (communism) کا بھی ہوگا۔ پس جو بھی ان تمام امور سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آئے گا اللہ تعالیٰ اسے بچا لے گا۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1230)

بقیہ: رمضان المبارک کی فضیلت...... از صفحہ 12

تھے‘‘

(خطباتِ ناصر جلد ہفتم صفحہ 145-146 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 19/ اگست 1977ء)

4۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

’’رمضان شریف تمام عبادتوں کا خلاصہ ہے، رمضان شریف تمام عبادتوں کا ارتقا ہے، رمضان شریف انسان کو اس مقصد کی طرف لے کر جاتا ہے جس کی خاطر انسان پیدا کیا گیا ہے۔ یہ انسان کو بنی نوع انسان کے حقوق ادا کرنے میں بھی درجہ کمال تک پہنچاتا ہے، اور اللہ کے حقوق ادا کرنے میں بھی درجہ کمال تک پہنچاتا ہے، اس کے باوجود بڑے بدقسمت ہوں گے وہ لوگ جو رمضان کو پائیں اور خالی ہاتھ اس میں سے نکلیں لیکن یہ پانی ان کو نہ چھوئے اور چکنے گھڑے کی طرح ویسے کے ویسے وہاں سے آگے چلے جائیں، یہ بڑی بدقسمتی ہے، ایسی بدقسمتی ہے کہ آپ کروڑوں مسکینوں کو بھی کھانا کھلا دیں تو بھی یہ نیکی اس نعمت کی محرومی کا بدلہ نہیں ہو سکتی اس لئے ہر وہ احمدی جو استطاعت رکھتا ہے اور اپنے نفس کا تجزیہ کر کے جانتا ہے کہ وہ بیمار نہیں ہے بلکہ صرف کمزوری محسوس کر رہا ہے، اس کو لازماً آگے بڑھنا چاہئے اور روزے رکھنے چاہئیں۔‘‘

(خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 326-327)

٭حضور رمضان المبارک کی مزید فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ ’’رمضان شریف بے انتہا کمزویاں دور کر جاتا ہے اور بے انتہا نعمتیں عطا فرما دیتا ہے۔ روزے میں سے گزرنے کے بعد جس طرح ہلکے پھلکے بدن کے ساتھ انسان قدم اٹھاتا ہے روزہ نہ رکھنے والے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے‘‘

(خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 327)

5۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

’’الحمد للہ کہ ہمیں اپنی زندگی میں ایک اور رمضان کے مہینہ میں سے گزرنا نصیب ہو رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ ’’اگر لوگوں کو رمضان کی فضیلت کا علم ہوتا تو میری اُمت اس بات کی خواہش کرتی کہ سارا سال ہی رمضان ہو۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے نبی! رمضان کے فضائل کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا یقیناً جنت کو رمضان کے لئے سال کے آغاز سے آخر تک مزین کیا جاتا ہے‘‘

٭نیز فرمایا:۔’’رمضان کی فضیلت کے پھل بھی تقویٰ میں بڑھے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے، تقویٰ بڑھے گا تو ایمان بڑھے گا‘‘

(خطبہ جمعہ 2 جون 2017ء)

٭حضور مزید فرماتے ہیں:۔

’’ہمیں اس رمضان میں کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قرب کو پانے کے لئے اُس کے حکموں پر چلنے والے ہوں۔ اپنے ایمانوں کو مضبوط کرتے چلے جانے والے ہوں، دعا کی حکمت اور فلاسفی کو سمجھنے والے ہوں، اپنے اعمال کی اصلاح کرنے والے بنیں اور اُن لوگو میں شامل ہوں جن کی دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول ہوتی ہیں، دوسروں کے لئے دعائیں کرنے سے بھی اپنی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ 16 اپریل 2021ء الفضل انٹرنیشنل 7 مئی 2021ء)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رمضان المبارک کی فضیلت بے شمار ہیں، جن کو چند صفحوں میں مَیں نے قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے، قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ اور اُن کے خلفاء کے چند پُرمعارف اقتباسات سے ہمیں رمضان المبارک کی فضیلت کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِن ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اِس رمضان میں ہم پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے بنیں۔ آمین

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس رمضان کو تمام احباب جماعت بلکہ تمام عالم اسلام کے لئے رحمتوں اور برکتوں کا باعث بنائے، اس عالمی وباء کو دنیا سے دور فرمائے، حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو صحت و تندرستی والی لمبی عمر عطا فرمائے، خدا ہم سب کو رمضان المبارک کے فضلوں کو سمیٹنے والا بنائے ہماری محدود مساعی میں ایسی برکت ڈالے جو اس کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہو۔ اَللّٰھُمَّ آمین

غلام مصباح بلوچ۔ استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا

تعارف صحابہ کرامؓ

حضرت حکیم محمد عبدالجلیل بھیروی رضی اللہ عنہ

حضرت حکیم محمد عبدالجلیل رضی اللہ عنہ ولد محترم حکیم شیخ احمد صاحب اصل میں بھیرہ کے رہنے والے تھے لیکن بعد ازاں روزگار کے سلسلے میں پہلے راولپنڈی میں مقیم رہے اور پھر شیخوپورہ میں سکونت پذیر ہوگئے۔ آپ 1870ء میں پیدا ہوئے اور 1898ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ حضرت اقدس علیہ السلام کے سفر جہلم 1903ء کے موقع پر آپ راولپنڈی سے جہلم آئے اور خدمت اقدسؑ میں حاضری دی، آپ بیان کرتے ہیں:

’’تاریخ وسن یاد نہیں لیکن یہ یاد ہے کہ جس وقت حضرت مسیح موعود جہلم کرم دین والے مقدمہ میں تشریف لے گئے تھے، یہ عاجز راولپنڈی سے جہلم گیا تھا۔ شام کی روٹی حضرت صاحب کی بمعہ تمام جماعت احمدیہ (شیخ میاں احمد دین صاحب قصاب کے گھر تھی، روٹی کھاتے وقت میاں احمد دین صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے حضرت صاحب سے کسی تکلیف کے لیے تعویذ لینے کے لیے عرض کی، حضور نے فرمایا کہ میں نے کبھی کوئی تعویذ نہیں لکھا اور نہ ہی حضرت رسول کریم ﷺ نے کبھی تعویذ لکھا تھا، استغفار اور درود شریف کثرت سے پڑھا کریں اور میں دعا کروں گا۔‘‘

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 7 صفحہ 243)

آپ ایک مخلص اور خدمت دین کرنے والے وجود تھے، ابتدائی سالوں میں بھیرہ میں آپ کی خدمات کا ذکر ملتا ہے، حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھیرہ کے ایک دورے کی رپورٹ میں لکھتے ہیں: ’’حکیم عبدالجلیل صاحب کا شکر گذار ہوں جو اکثر اوقات میری خاطر داری میں میرے ساتھ رہے۔‘‘

(بدر 2/اپریل 1908ء صفحہ 9)

اپنے کاروبار کے سلسلے میں جب راولپنڈی چلے گئے تو وہاں احمدیت کی وجہ سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ استقامت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرتے رہے اور احباب جماعت کو دعا کے لیے کہتے رہے، اخبار الفضل میں ایک جگہ لکھا ہے ’’راولپنڈی سے حکیم محمد عبدالجلیل صاحب اپنے کاروبار میں برکت کے واسطے دعا کے خواستگار ہیں، اللہ تعالیٰ مددگار ہو۔‘‘ (الفضل یکم دسمبر 1915ء صفحہ 2) ایک اور جگہ لکھا ہے ’’راولپنڈی سے محمد عبدالجلیل صاحب .... لکھتے ہیں کہ ہم بعض ابتلاؤں میں ہیں، احباب دعا کریں۔‘‘

(الفضل 9/ستمبر 1915ء صفحہ 2)

جب آپ نے ان مخالفانہ حالات کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے کیا تو حضور نے فرمایا کہ آپ شیخوپورہ چلے جائیں چنانچہ آپ شیخوپورہ آگئے اور یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ پر بہت فضل کیا اور بے شمار برکتوں سے نوازا۔ آپ ایک شریف اور نیک سیرت بزرگ تھے، دینی کاموں سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ جماعت احمدیہ کے مشہور بزرگ محترم شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل 1940ء تا 1945ء فیصل آباد (اُن دنوں لائلپور نام تھا) میں مربی مقرر ہوئے ان دنوں لائلپور کے تحت شیخوپورہ، جھنگ، سرگودھا اور خود لائلپور اضلاع شامل تھے۔ محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے تابعین اصحاب احمد کے تحت محترم شیخ عبدالقادر صاحب کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’ان دنوں جماعت شیخوپورہ کے صدر حضرت حکیم عبدالجلیل صاحب بھیروی تھے۔ جس قدر اخلاص، محبت اور لطف کے ساتھ حضرت حکیم صاحب آپ کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے، آپ اسے بھول نہیں سکتے۔ جب بھی آپ شیخوپورہ جایا کرتے تو آپ کا قیام ہمیشہ ہی حضرت حکیم صاحب کے ہاں ہوا کرتا تھا۔ آپ کو یہ بات نہیں بھولتی کہ ایک مرتبہ آپ نے عصر کے بعد بازار سے چائے پی لی، جب حضرت حکیم صاحب کو اس کا علم ہوا تو اس قدر ناراض ہوئے کہ جس کی کوئی حد ہی نہیں۔ فرمایا آپ نے تو ہماری ناک کاٹ دی، جن لوگوں نے آپ کو بازار سے چائے پیتے دیکھا ہوگا انہوں نے جماعت کے متعلق کیا خیال کیا ہوگا؟ آپ نے مجھے کیوں نہ فرمادیا وغیرہ وغیرہ، بہت دنوں تک ناراضگی کا اظہار فرماتے رہے۔ آپ صحابی تھے، عمر بھی کافی تھی اور جسم بھی بھاری تھا مگر اپنی دکان کے سامنے کی مسجد میں شیخ صاحب مکرم کو لے جاتے اور بسا اوقات ان کے غسل کے لیے خود پانی نکال کر غسل خانہ میں ڈالا کرتے تھے اور ان کی خاطر صابن، تیل، تولیہ ہمیشہ دکان پر رکھتے۔ اللہ اللہ وہ کیسے برکتوں والے ایام تھے۔

حضرت حکیم محمد عبدالجلیل بھیروی رضی اللہ عنہ

حضرت ممدوح فرمایا کرتے تھے کہ بھیرہ سے ہم راولپنڈی گئے وہاں احمدیت کی وجہ سے سخت مخالفت ہوئی، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا کہ آپ شیخوپورہ چلے جائیں۔ شیخوپورہ آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور آہستہ آہستہ ہماری حالت اچھی ہوتی گئی حتیٰ کہ آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں رہائش کے لیے بھی وسیع مکان عطا فرمادیا ہے، فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔ مکرم شیخ صاحب کو چونکہ کئی کئی دن لگاتار اُن کے ہاں قیام کرنے کا موقعہ ملا اس لیے آپ ان کے خانگی حالات سے خوب واقف ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت حکیم صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ دونوں بلاناغہ دو بجے تہجد کی نماز کے لیے اٹھتے اور نماز میں دعائیں کرتے کرتے بعض اوقات خود بخود ان کی آوازیں اونچی ہوجایا کرتی تھی، ان دعاؤں میں وہ حضرت خلیفۃ المسیح، حضرت اماں جان، حضرت مسیح موعود، مربیان سلسلہ اور پھر اپنے ہر بچہ کا نام لے کر دعائیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعاؤں کو سنا اور خوب سنا، جو دعائیں وہ کیا کرتے تھے اُن کی زندگی میں قبول ہوگئیں۔ حکیم صاحب محترم مرکز سلسلہ کے احکام کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ جب تک ان کی تعمیل نہ ہوجاتی، چین سے کبھی نہ بیٹھتے۔ ان کے زمانے میں سیرت النبی ﷺ، سیرت حضرت مسیح موعود اور یوم مصلح موعود کے جلسے عموماً بسوں کے اڈوں پر ہوتے تھے اور اس سلسلہ میں باوجود بڑھاپے کے وہ اکیلے حکام متعلقہ کو جا کر ملتے اور جلسوں کی منظوری اور قیام امن سے متعلق جملہ امور خود طے کرواتے تھے۔ آپ کی اولاد بھی ماشاء اللہ سلسلہ کی خوب فدائی ہے۔‘‘

(تابعین اصحاب احمد جلد اول صفحہ 63،64 مرتبہ مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے)

تاریخ احمدیت بھیرہ میں محترم فضل الرحمٰن بسمل صاحب سابق امیر جماعت بھیرہ آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

’’آپ مکرم حکیم شیخ احمد صاحب کے فرزند تھے جو کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب کے دوست تھے۔ حکیم عبدالجلیل صاحب کو حضرت مسیح موعود کا رفیق بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اگرچہ آپ مخالفین کے محلّہ میں رہتے تھے مگر بڑے مستقل مزاج اور مخلص تھے۔ آپ کی مالی حالت کمزور ہوگئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے نقل مکانی کا مشورہ دیا، آپ شیخوپورہ چلے گئے وہاں آپ کا کاروبار خوب چمکا۔ آپ کے فرزندان مظفر احمد صاحب، عبدالرزاق صاحب، مرغوب اللہ صاحب وغیرھم اور ان کی اولاد میں سے سب مخلص احمدی ہیں۔ شیخوپورہ میں ان کی وجہ سے جماعت کو ترقی حاصل ہوئی ہے۔‘‘

(بھیرہ کی تاریخ احمدیت صفحہ 103)

آپ تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں بھی شامل ہیں۔ آپ نے جنوری 1947ء میں وفات پائی اور بوجہ موصی (وصیت نمبر 5505) ہونے کے بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔ اخبار الفضل نے اعلان وفات دیتے ہوئے لکھا: ’’آج بعد نماز جمعہ حکیم عبدالجلیل صاحب آف شیخوپورہ اور میاں جان محمد صاحب ہیلانی کے جنازے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مہمان خانہ میں پڑھائے۔ مرحومین موصی اور صحابی تھے، بہشتی مقبرہ میں انہیں دفن کیا گیا۔ احباب بلندی درجات کے لیے دعا فرمائیں۔‘‘

(الفضل 18/جنوری 1945ء صفحہ 1)

حضرت حکیم صاحب کی اہلیہ محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ بھی ایک نیک اور پارسا خاتون تھیں، 12/دسمبر 1958ء کو وفات پاکر بہشتی مقبرہ ربوہ قطعہ نمبر 5 میں دفن ہوئیں۔ آپ کی اولاد میں:

1. محترم مرغوب اللہ صاحب
(وفات: 24/اپریل 1985ء بہشتی مقبرہ ربوہ)
2. محترم ملک مظفر الحق صاحب
(وفات: 5/اگست 1968ء بہشتی مقبرہ ربوہ)
3. محترم ملک مظفر احمد عباسی صاحب
(وفات: 6/جولائی 1971ء بہشتی مقبرہ ربوہ)
4. محترم حکیم ظفر الدین صاحب
(وفات: 12/نومبر 1985ء بہشتی مقبرہ ربوہ)
5. محترم حکیم عبدالرزاق صاحب
(وفات: 9/اپریل 1988ء بہشتی مقبرہ ربوہ)
محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد اسلم صاحب مزنگ لاہور
(وفات 26/فروری 1993ء بہشتی مقبرہ ربوہ)
6. محترمہ زینب بیگم صاحبہ

آپ کی اولاد بفضلہٖ تعالیٰ بیرونی ممالک میں آباد ہے۔ آپ کی نسل میں سے مکرم حامد ملک صاحب بطور مربی سلسلہ امریکہ خدمت کی توفیق پا رہے ہیں، آپ کی تصویر انہوں نے ہی مہیا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمتوں کی چادر میں لپیٹ لے اور آپ کے درجات بلند سے بلند کرتا چلا جائے، آمین۔

قمر احمد ظفر۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن جرمنی

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ مؤرخہ 28؍جنوری 2022ء

بصورت سوال و جواب

سوال: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس دن اُحد سے واپس تشریف لائے نیز کس نے ابوسفیان اور اُس کے ساتھیوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم لوگوں نے تو کچھ نہیں کیا، اُنہیں نقصان پہنچایا اور تکلیف پہنچائی اور پھر تم نے اُنہیں چھوڑ دیا اور تباہ نہیں کیا۔ ان میں کئی ایسے بڑے بڑے لوگ باقی ہیں جو تمہارے مقابلہ کے لیے اکٹھے ہوں گے پس واپس چلو تا کہ ہم اُن لوگوں کو جڑ سے اُکھیڑ دیں جو اِن میں باقی رہ گئے ہیں؟

جواب: ہفتہ؛ حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عوف المُزنی

سوال: رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بلایا اور مزنی صحابیؓ کی بات بتائی تو اُن دونوں نے کیا عرض کیا؟

جواب: یا رسول اللہ! دشمن کی طرف چلیں تا کہ وہ ہمارے بچوں پر حملہ آور نہ ہوں۔

سوال: جب رسول اللہ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے لوگوں کو بلوایا نیز حضرت بلالؓ سے کیا اعلان کرنے کا ارشاد فرمایا؟

جواب: رسول اللہ تمہیں یہ حکم دے رہے ہیں کہ دشمن کے لیے نکلو اور ہمارے ساتھ وہی نکلے جو گزشتہ روز لڑائی میں شامل تھا۔

سوال: مسلمانوں کا قافلہ مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر کہاں پہنچا تو مشرکین کو خوف محسوس ہوا اور مدینہ کی طرف لَوٹنے کا ارادہ ترک کر کے وہ واپس مکّہ روانہ ہو گئے؟

جواب: حمراء الاسد

سوال: غزوۂ بنو نضیر کب کا ہے نیز آنحضرتؐ صحابہؓ کی مختصر جماعت کے ساتھ ان کے ہاں کیوں تشریف لے گئے؟

جواب: چار ہجری، اِس بارہ میں مختلف روایات ملتی ہیں کہ آپؐ وہاں کیوں تشریف لے کر گئے تھے، بمطابق ایک روایت آپؐ اُن کے پاس بنو عامر کے دو مقتولوں کی دیّت وصول کرنے کے لیے گئے تھے۔

سوال: یہودیوں نے آپس میں کیا سازش کی جس کی خبر آنحضرتؐ کے پاس آسمان سے آئی؟

جواب: کہنے لگے اِس شخص یعنی آنحضرتؐ کو ختم کرنے کے لیے تمہیں اِس سے بہتر موقع نہیں ملے گا۔

سوال: آنحضرتؐ سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے مکان پر چڑھ کر آپؐ پر ایک بڑا پتھر گرانے کے لیے یہودیوں کے کس سردار نے حامی بھری نیز اُسی وقت سلام بن مِشْکَم نامی ایک دوسرے یہودی سردار نے اِس ارادہ کی مخالفت کرتے ہوئے کیا کہا؟

جواب: عمرو بن جحاش؛ یہ حرکت ہرگز مت کرنا، خدا کی قسم! تم جو کچھ سوچ رہے ہو اس کی اُنہیں ضرور خبر مل جائے گی، یہ بات بدعہدی کی ہے جبکہ ہمارے اور اُن کے درمیان معاہدہ موجود ہے۔

سوال: مدینہ پہنچنے کے بعد آنحضرتؐ نے کن کو بنو نضیر کے پاس بھیجا، کیا پیغام دیا نیز یہود کے کس پیغام پر مسلمان جنگ کی تیاری پر لگ گئے؟

جواب: حضرت محمدؓ بن مسلِمہ، میرے شہر یعنی مدینہ سے نکل جاؤ، تم لوگ اب میرے شہر میں نہیں رہ سکتے اور تم نے جو منصوبہ بنایا تھا وہ غدّاری تھی؛ یہود کو دس دن کی مہلت دی لیکن اُنہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم اپنا وطن ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔

سوال: رسول اللہؐ نے انصار کی اجازت سے غزوۂ بنو نضیر سے حاصل ہونے والا سارا کا سارا مالِ غنیمت مہاجرین میں تقسیم کر دیا تو حضرت ابوبکرؓ نے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: اَے انصار کی جماعت! اللہ تمہیں جزائے خیر عطاء کرے۔

سوال: غزوۂ بدر الموعد کب ہوا نیز اِس کا سبب کیا تھا؟

جواب: چار ہجری، ابوسفیان بن حرب جب غزوۂ اُحد سے واپس آنے لگا تو اُس نے با آوازِ بُلند کہا کہ آئندہ سال ہماری اور تمہاری ملاقات بدر الصّفراء کے مقام پر ہو گی، ہم وہاں جنگ کریں گے۔ رسول اللہؐ نے حضرت عمر فاروقؓ کو فرمایا! اُسے کہو ہاں، اِن شآء اللہ!

سوال: زمانہ جاہلیت میں کس جگہ ہر سال یکم ذوالقعدہ سے آٹھ روز تک ایک بڑا میلہ لگا کرتا تھا؟

جواب: بدر

سوال: رسول اللہؐ کو جب ابوسفیان وغیرہ کے لشکر کی تیاری کی خبر ملی تو آپؐ نے کن کو اپنے پیچھے مدینہ کا امیر مقرر کیا، اپنا جھنڈا کن کو عطاء فرمایا نیز کتنے مسلمانوں کے ہمراہ بدر کی جانب روانہ ہوئے؟

جواب: حضرت عبداللہؓ بن رواحہ جبکہ بمطابق ایک روایت حضرت عبداللہؓ بن عبد اللہ بن اُبَیّ بن سَلُول کو، حضرت علیؓ؛ 1500

سوال: غزوۂ بنو مُصْطَلِق کا دوسرا نام کیا ہے؟

جواب: غزوۂ مُرَیسِیع

سوال: جب نبی کریمؐ تک یہ بات پہنچی کہ بنو مُصْطَلِق نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو آپؐ نے اُن کی طرف کب نیز کتنے اصحابؓ کے ساتھ پیش قدمی فرمائی؟

جواب: شعبان پانچ ہجری؛ 700

سوال: غزوۂ بنو مُصْطَلِق سے واپسی پر حضرت عائشہؓ بنتِ حضرت ابوبکرؓ پر منافقین کی طرف سے تہمت لگائی گئی، یہ واقعہ تاریخ میں کس نام سے معروف ہے نیز اِس کا بانی کون تھا؟

جواب: واقعۂ اِفک؛ عبداللہ بن اُبَیّ بن سَلُول

سوال: حضرت عائشہؓ مدینہ پہنچ کر ایک ماہ بیمار رہیں، آپؓ کے بقول آپؓ کو اپنی بیماری میں کیا بات بے چین کرتی؟

جواب: مَیں نبیؐ سے وہ مہربانی نہ دیکھتی جو مَیں آپؐ سے دیکھتی تھی۔

سوال: جب وحی میں تاخیر ہوئی تو رسول اللہؐ نے کن کو بُلا کر اپنی بیوی کو چھوڑنے کے بارہ میں مشورہ کیا؟

جواب: حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت اُسامہؓ بن زید

سوال: کن کی تجویز پر آنحضرتؐ نے حضرت عائشہؓ کی خادمہ بَریرہؓ کو بُلایا اور دریافت کیا کہ کیا تم نے اِس میں کوئی بات دیکھی ہے جو تمہیں شک میں ڈالے، اِس پر بریرہؓ نے کیا عرض کیا؟

جواب: حضرت علیؓ؛ اُس کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے مَیں نے اُن میں اِس سے زیادہ کوئی اور بات نہیں دیکھی جس کو مَیں عیب سمجھوں کہ وہ کم عمر لڑکی ہے، گوندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہے، بکری آتی ہے اور وہ اُسے کھا جاتی ہے۔

سوال: مذکورہ بالا تناظر میں رسول اللہؐ اُسی روز کھڑے ہوئے، بانیٔ اِفک کے بارہ میں معذرت چاہی نیز کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: کون مجھے اِس شخص کے بارہ میں معذور سمجھے گا جس کی ایذاء رسانی میرے اہل کے بارہ میں مجھے پہنچی ہے۔ اللہ کی قسم! مَیں اپنے اہل میں سوائے بھلائی کے اور کوئی بات نہیں جانتا۔

سوال: واقعۂ اِفک سے متعلقہ، لوگوں کی باتیں دلوں میں بیٹھ جانے کے تناظر میں حضرت عائشہؓ نے اپنے والدین سے کیا کہا؟

جواب: اللہ کی قسم! مَیں اپنی اور آپ لوگوں کی مثال نہیں پاتی سوائے یوسفؑ کے باپ کے کہ جب اُنہوں نے کہا تھا۔ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (یوسف:19)؛ اب اچھی طرح صبر کرنا (ہی میرے لیے مناسب ہے) اور جو بات تم بیان کرتے ہو اُس (کے تدارک) کے لیے اللہ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے (اور اُسی سے مانگی جائے گی)۔

سوال: حضرت عائشہؓ مزید اِس ضمن میں کیا بیان فرماتی ہیں، مَیں اُمید کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میری بریّت ظاہر کرے گا لیکن بخدا مجھے گمان نہ تھا کہ وہ میرے متعلق وحی نازل کرے گا؟

جواب: مَیں اپنے خیال میں اِس سے بہت ادنیٰ تھی کہ میرے معاملہ میں قرآن میں بات کی جائے گی لیکن مجھے امید تھی کہ رسول اللہؐ نیند میں کوئی رؤیا دیکھیں گے کہ اللہ مجھے بری قرار دیتا ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ پر حضرت عائشہؓ کی بریّت کی نسبت کیا وحی نازل فرمائی؟

جواب: اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (النّور:12)؛ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے ایک بڑا اتہام باندھا تھا تمہیں میں سے ایک گروہ ہے۔

سوال: کس نے کہا! اور وہ مِسْطَحؓ بن اُثاثَہ کو بوجہ اُس کے قریبی ہونے کے خرچ دیا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! مَیں مِسْطَحؓ کو کبھی خرچ نہیں دوں گا بعد اِس کے جو اُس نے حضرت عائشہؓ کے بارہ میں کہا ہے؟

جواب: حضرت ابوبکر صدیقؓ

سوال: کن کا فرمان ہے کہ اسلامی اخلاق میں یہ داخل ہے کہ اگر وَعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اُس کا توڑنا حُسنِ اخلاق میں داخل ہے۔۔۔ مگر وعدہ کا تخلّف جائز نہیں، ترکِ وعدہ پر باز پرس ہو گی مگر ترکِ وَعید پر نہیں؟

جواب: سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

سوال: قریش مکّہ اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والا تیسرا بڑا معرکہ کیا کہلاتا ہے، یہ کب ہوا نیز کس لیے قرآنِ کریم میں مذکور نام احزاب سے بھی یہ معرکہ منسوب ہے؟

جواب: غزوۂ خندق، شوال پانچ ہجری؛ کیونکہ قریش، یہود خیبر اور بہت سے گروہ اس میں جتھابندی کر کے مدینہ منورہ پر چڑھ آئے تھے۔

سوال: قریش اور اِس کے دس ہزار کے لشکر نے مدینہ کے مسلمانوں کا جب محاصرہ کر لیا تو اِس محاصرہ کے زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ مسلمانوں کے لشکر کے ایک حصّہ کی قیادت کر رہے تھے بعد میں اِس جگہ جہاں آپؓ نے قیادت فرمائی ایک مسجد بنا دی گئی، اُسے کیا کہا جاتا ہے؟

جواب: مسجدِ صدّیق

رحمت اللہ بندیشہ۔ استاد جامعہ احمدیہ جرمنی

آخری عشرہ رمضان ’’آگ سے نجات‘‘ کا ایک ذریعہ۔ اعتکاف

قسط دوم۔ آخری

ماہ رمضان کا مسنون اعتکاف کس دن شروع کرنا چاہیے :۔مسنون اعتکاف جس کی آپ ﷺ نے اپنے آخری رمضان میں صحابہ کو تاکید اور نصیحت کی ہے، وہ آئندہ سے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنے کا حکم تھا۔ اس کا عملی اظہار، آنحضرت ﷺ نے آخری عشرہ کے آغاز میں نماز فجر پڑھنے کے بعد اعتکاف شروع فرمایا اور ماہ شوال کا چاند طلوع ہونے پر اعتکاف ختم فرمایا۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ: نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

(البخاری کتاب الاعتکاف بَابُ الِاعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، وَالِاعْتِكَافِ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا)

اسی طرح حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:۔ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهُ: رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ میں آپ ﷺ کے لیے خیمہ تیار کرتی، آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اس میں تشریف لے جاتے۔

(البخاری کتاب الاعتکاف بَابُ اعتکاف النساء)

آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات بھی اس سنت کی پیروی کرتی رہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ’’كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ، حَتَّى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ: ’’آنحضرت ﷺ کا اپنی وفات تک یہ معمول رہا کہ آپؐ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ آپؐ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات بھی اس سنت کی پیروی کرتی رہیں‘‘

(مسلم، کتاب الاعتکاف باب اعتکاف العشر الاواخر)

آئندہ سے رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنے کی ہدایت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت ابوسعید خدریؓ رسول پاک ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔ اعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ فَخَرَجَ صُبْحَةَ عِشْرِينَ فَخَطَبَنَا فَقَالَ إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ۔ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا أَوْ نَسِيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوِتْرِ: ہم نے آنحضرتؐ کے ہمراہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا۔ پھر آپ بیسویں کی تاریخ کی صبح کو باہر تشریف لائے اور ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی تھی مگر پھر مجھ سے بھلا دی گئی۔ یا یہ فرمایا کہ ’’میں بھول گیا‘‘۔ پس اب تم اس کو (رمضان کے) آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

(بخاری کتاب باب الصلاۃ و التراویح۔ باب التماس لیلۃ القدر فی السبع الاواخر)

پس آنحضورؐ رمضان کے آخری عشرہ میں (یعنی بیسویں روزے کی صبح سے) اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ فجر کی نماز پڑھ کر آپ اپنے معتکف میں تشریف لے جاتے تھے۔

(مسلم کتاب الصیام باب متی یدخل من اراد الاعتکاف)

کیا مسنون اعتکاف کے لیے روزہ کی شرط ہے؟ مسنون اعتکاف وہی کہلائے گا جس میں روزہ بھی رکھا جائے۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں: اعتکاف کرنے والے کے لیے سنت کا طریقہ یہ ہے کہ .....اعتکاف بغیر روزہ کے نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الصیام، باب المعتکف یعود المریض روایت نمبر 2473)

اور عید الفطر کا چاند نظر آنے پر آپ اعتکاف ختم فرمایا کرتے تھے۔ یہ مسنون اعتکاف ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی چند دن مسجد یا گھر میں بیٹھ کر عبادت اور ذکر واذکار کرتا ہے تو اسے اس کا ثواب تو مل جائے گا مگر اسے ہم مسنون اعتکاف نہیں کہیں گے۔

اعتکاف کس وقت (ٹائم) بیٹھا جائے

اعتکاف 20رمضان کی نماز فجر سے شروع کرنا چاہیے کیونکہ آنحضور ﷺ کی اس بارہ میں واضح سنت موجود ہے کہ آپ 10دن کا اعتکاف فرمایا کرت تھے اور دس دن اسی صورت میں مکمل ہوتے ہیں جبکہ 20رمضان کی صبح کو اعتکاف بیٹھا جائے۔

1۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے، میں آپ کے لیے ایک خیمہ نصب کر دیتی۔ آپ ﷺ صبح کی نماز (فجر) ادا کرتے پھر اس میں تشریف لے جاتے۔

(صحیح البخاری، ابواب الاعتکاف، باب اعتکاف النساء روایت نمبر 2033)

2۔حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف فرماتے، آپؐ نماز فجر ادا کرنے کے بعد اپنے معتکف میں تشریف لے جایا کرتے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی شوال روایت نمبر 2041)

3۔حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو نماز فجر ادا کرنے کے بعد اپنے معتکف میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف العشر الاواخر من رمضان روایت نمبر 2785)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ’’ساتھ ہی ایک اور حکم بھی دیا کہ رمضان میں اس سنت کو بھی پورا کرو کہ رمضان کی بیسویں صبح سے لے کر دس دن اعتکاف کیا کرو۔ ان دنوں میں زیادہ توجہ الی اللہ چاہئے۔‘‘

(الحکم 17/ نومبر 1907ء صفحہ 5)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں: ’’اعتکاف بیسویں کی صبح کو بیٹھتے ہیں۔ کبھی دس دن ہو جاتے ہیں اور کبھی گیارہ‘‘

(الفضل جلد 2 نمبر 64 مورخہ 12/ نومبر 1914ء صفحہ نمبر 12 زیر عنوان، ضمیمہ درس صفحہ 84)

20رمضان کی شام اعتکاف بیٹھنا:۔ ایسے ممالک جہاں چاند کا حساب بہت پہلے ہو جاتا ہے اور پتہ چل جاتا ہے کہ رمضان کا مہینہ انتیس دن کا ہے یا تیس دن کا۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک دوست کے نام اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا: ’’آپ نے اعتکاف شروع کرنے کی تاریخ کے بارہ میں سوال اٹھایا ہے۔ مرکز میں تو ہمیشہ سے یہ طریق رہا ہے کہ لوگ 20/ رمضان کی صبح سے لے کر عصر کے بعد تک بیٹھتے رہے ہیں۔ آجکل چونکہ رمضان کی تاریخوں کا پہلے ہی واضح طور پر پتہ لگ جاتا ہے اور اعتکاف میں دس دن پورے کرنے بھی ضروری ہوتے ہیں اس لئے انتظامیہ سہولت کے مطابق فیصلہ کر لیتی ہے۔ اور 20 کی عصر کے بعد بھی بیٹھیں تو 10 دن تو پورے ہو ہی جاتے ہیں۔‘‘

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 12/ مئی 2020ء۔ صفحہ نمبر 16)

حضور ﷺ کا اعتکاف کم از کم ایک عشرہ پر محیط دورانیہ کا ہوتا اور اس دوران روزے کی حالت میں ہوتے تھے۔ اسے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ مسنون اعتکاف تو وہی ہے، لیکن اگر کوئی انسان عشرہ مکمل نہیں کرسکتا یا روزہ نہیں رکھ سکتا لیکن وہ بیٹھ کر عبادت، ذکر الٰہی اور دعائیں کر رہا ہے تو ہم اس کو منع نہیں کر سکتے، کیونکہ کہی بھی یہ ذکر نہیں ہوا کہ اگر کوئی متذکرہ شرائط مکمل کئے بغیر اعتکاف کی سی حالت میں بیٹھ کر، مسجد میں بیٹھ کر تلاوت اور ذکر الٰہی اور دعائیں اور نوافل میں مشغول ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس کی عبادات کو قبول نہیں کرے گا۔

اعتکاف بیٹھنے کی موزوں ترین جگہ جامع مسجد

اعتکاف کے لئے موزوں اور مناسب جگہ جامع مسجد ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:۔ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ: جبکہ تم مساجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہو

(البقرہ: 188)

اسی طرح تعمیر کعبہ جو کہ مساجد کے لیے بطور اساس کے حکم رکھتا ہے۔ اس کی بابت حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کو ہدایت دی گئی تھی کہ: أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ: تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع کرنے والوں (اور) سجدہ کرنے والوں کے لئے خوب پاک و صاف بنائے رکھو (البقرہ: 126)

آنحضرت ﷺ، ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں ہی اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں: لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ اعتکاف کی بابت سنت یہ ہے کہ وہ صرف جامع مسجد میں ہوتا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الصیام باب المعتکف یعود المریض)

اس روایت کو علماء بطور دلیل بیان کرتے ہیں کہ اعتکاف مسجد میں ہی بیٹھنا چاہیے۔ چنانچہ علامہ شوکانی (متوفی: 1250ھ) نیل الاوطار لکھتے ہیں اس حدیث کے ضمن میں بیان کرتے ہیں: ’’فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْمَسْجِدَ شَرْطٌ لِلِاعْتِكَافِ‘‘ (نیل الاوطار از امام الشوکانی۔ كِتَابُ الِاعْتِكَافِ جزء 4 صفحہ 317) کہ یہ روایت اس بات کی دلیل ہے اعتکاف مسجد کے ساتھ مشروط ہے۔

البتہ مساجد میں اعتکاف کے بارے میں بھی علماء وفقہاء میں اختلاف ہے۔ علماء کا ایک گروہ (حضرت حذیفہؓ، سعید بن مسیبؒ وغیرہ) اس بات کا قائل ہے کہ صرف تین مساجد یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں اعتکاف کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ دوسرے گروہ (امام مالکؒ، ابن عبد الحکمؒ وغیرہ) کے نزدیک اعتکاف صرف جامع مسجد میں ہی بیٹھا جاسکتا ہے ہر مسجد میں نہیں کیونکہ اگر دوسری مسجد میں بیٹھے گا تو نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے اسے اپنی مسجد سے جامع مسجد آنا پڑے گا جو اعتکاف کو منقطع کرنے کے مترادف ہوگا۔ تیسرے گروہ (امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، ثوریؒ وغیرہ) کے نزدیک ہر مسجد جہاں مؤذن اور امام ہو اور پنجوقتہ نمازیں ادا کی جاتی

ہوں وہاں اعتکاف کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ چوتھا گروہ مسجد کے علاوہ بھی ہر جگہ اعتکاف بیٹھنے کو جائز قرار دیتا ہے۔ مثلاً محمد بن عمر بن لبابہ مالکی وغیرہ (بدایۃ المجتھد و ھدایۃ المقتصد جزء 2 صفحہ 76)

علامہ ابن حجر (متوفی:852ھ) لکھتے ہیں: ''وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى مَشْرُوطِيَّةِ الْمَسْجِدِ لِلِاعْتِكَافِ إِلَّا مُحَمَّدَ بْنَ عُمَرَ بْنِ لُبَابَةَ الْمَالِكِيَّ، فَأَجَازَهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ، وَأَجَازَ الْحَنَفِيَّةُ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَعْتَكِفَ فِي مَسْجِدِ بَيْتِهَا وَهُوَ الْمَكَانُ الْمُعَدُّ لِلصَّلَاةِ فِيهِ. وَفِيهِ قَوْلٌ لِلشَّافِعِيِّ قَدِيمٌ. وَفِي وَجْهٍ لِأَصْحَابِهِ وَلِلْمَالِكِيَّةِ: يَجُوزُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ لِأَنَّ التَّطَوُّعَ فِي الْبُيُوتِ أَفْضَلُ''(فتح الباری لابن حجر جزء 4 صفحہ 272) یعنی علماء مسجد میں ہی اعتکاف بیٹھنے پر متفق ہیں سوائے محمد بن عمر بن لبابہ مالکی کے، اس نے ہر جگہ اعتکاف بیٹھنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور حنفیوں کے نزدیک صرف عورت اپنے گھر میں نماز کی مقرر کردہ جگہ پر اعتکاف بیٹھ سکتی ہے۔ اور اس بارے میں شافعی کا بھی ایک قدیم قول ہے۔ اور اس کے اصحاب اور مالکیوں کے لیے ایک توجیہ یہ ہے کہ وہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے یہ جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ نفلی عبادت گھروں میں کرنا افضل ہے۔

یہی بات علامہ شوکانی نے نیل الاوطار کے متذکرہ حوالہ میں بیان کی ہے۔

الغرض نص سے تو مسجد میں ہی اعتکاف بیٹھنا راجح عمل ہے۔ لیکن بامر مجبوری یا کسی وبائی بیماری جیسے آج کل کورونا وغیرہ ہے، تو ایسی صورت حال میں گھروں میں بھی صرف ایسی جگہ اعتکاف کیا جاسکتا ہے جو ''مسجد البیت'' یعنی نمازیں ادا کرنے کے لیے مخصوص کی گئی ہو۔

اس بابت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ الہ آباد سے ایک دوست نے آپؓ سے دریافت کیا کہ یہاں احمدیوں کی مسجد تو کوئی نہیں۔ میں نے ایک مکان اپنی رہائش کیواسطے کرایہ پر لیا ہوا ہے اسی کے ایک کمرے میں احمدی برادران نماز اور جمعہ پڑھ لیتے ہیں کیا ماہ رمضان میں وہاں میں اعتکاف کرسکتا ہوں؟

فرمایا ہاں آپ وہیں اعتکاف کر لیں۔

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 161 ایڈیشن 2015ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں خواتین کی طرف سے سوال ہوا کہ: کیا اعتکاف دس دن سے کم بیٹھنے کی اجازت ہے؟

جواباً فرمایا کہ ''نہیں۔ جو عورت ایسی حالت میں ہو کہ اس کو پورے دس دن کی توفیق نہ ملے۔ تو اس کو بیٹھنا ہی نہیں چاہیے۔ گھر میں تبرکاً بیٹھ جائیں اصل اعتکاف تو بیت الذکر میں ہوتا ہے۔

(لجنہ سے ملاقات ریکارڈنگ 9 جنوری 2000ء
ماخوذ از روزنامہ الفضل 8 مئی 2000ء صفحہ 5)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے سوال ہوا کہ: کیا گھر میں اعتکاف ہوسکتا ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا کہ: مسجد کے باہر اعتکاف ہوسکتا ہے مگر مسجد والا ثواب نہیں مل سکتا۔

(فرمودات مصلح موعودؓ دربارہ فقہی مسائل زیر عنوان اعتکاف صفحہ 171)

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس وبائی صورت حال میں نہایت اعلیٰ راہ نمائی فرمائی ہے کہ ''اس بارہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد بڑا واضح ہے کہ ''مسجد کے باہر اعتکاف ہوسکتا ہے مگر مسجد والا ثواب نہیں مل سکتا۔'' اور یہی میرا موقف ہے۔ تاہم عورتوں کو گھروں میں اعتکاف بیٹھنے کی اجازت ہے۔

نیز فرمایا: ''باقی اعتکاف بیٹھنا ہر ایک کے لیے ضروری بھی نہیں لیکن چونکہ آجکل لوگوں کو مسجدوں میں نماز یا جمعہ کے لیے آنے کی اجازت نہیں، اس لیے گھروں میں کسی نے نماز کے لیے کوئی معین جگہ کی ہوئی ہے جہاں لوگوں کا عام آنا جانا نہیں ہے تو وہاں اعتکاف بیٹھا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں پھر گھر والے مل کر باجماعت نمازوں کے ساتھ ساتھ اس جگہ جمعہ بھی ادا کریں۔ لیکن یہ اجازت صرف مجبوری کے حالات میں ہے۔ عام دنوں میں مسجدوں میں ہی اعتکاف بیٹھنا چاہیے۔'' (سرکلر از طرف جماعت یوکے مورخہ 9 مئی 2020ء)

(بحوالہ: الفضل انٹرنیشنل مورخہ 12 مئی 2020ء صفحہ نمبر 11)

باقی بہر حال اس کے علاوہ اگر کوئی چند دن مسجد یا گھر میں بیٹھ کر عبادت اور ذکر واذکار کرتا ہے تو اسے اس کا ثواب تو مل جائے گا مگر اسے ہم مسنون اعتکاف نہیں کہیں گے۔ چونکہ تندرست مرد کیلئے مسجد میں جا کر نماز باجماعت پڑھنا ضروری ہے، اس لیے بغیر حقیقی مجبوری کے وہ گھر میں مسنون اعتکاف نہیں بیٹھ سکتا۔

اعتکاف بیٹھنے کی شرائط:۔ جہاں تک معتکف کی شرائط کا تعلق ہے تو اعتکاف کے لیے مرد، عورت اور ممیز (تمیز کی عمر تک پہنچنے والے بچے کا مسلمان ہونا، عاقل و بالغ اور اعتکاف کے بارے میں آگاہی و فرق کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ نیز مردوں کا جنابت سے اور عورتوں کا حیض اور نفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ مالکی مسلک کے نزدیک ایک اور شرط یہ ہے کہ عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہیں بیٹھ سکتی۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ جزء 1 صفحہ 531)

ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ سے اعتکاف بیٹھنے کی اجازت لیا کرتی تھیں۔ چنانچہ بخاری میں ہے: فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ أَنْ تَعْتَكِفَ، فَأَذِنَ لَهَا (بخاری کتاب الاعتکاف باب الاعتکاف فی شوال) کہ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اعتکاف کی اجازت مانگی اور اجازت ملنے پر اعتکاف بیٹھیں۔

کیا اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد میں چارپائی یا بستر بچھانا درست ہے؟ اعتکاف کے دنوں میں ضرورت پڑنے پر مسجد کے کسی کونے میں یا کسی اور مناسب جگہ میں چارپائی بچا کر سونا جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ ایسا کرنے سے مسجد میں نماز پڑھنے والوں کو کوئی دقت پیش نہ آئے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ''أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ طُرِحَ لَهُ فِرَاشُهُ وَيُوضَعُ لَهُ سَرِيرُهُ وَرَاءَ أُسْطُوَانَةِ التَّوْبَةِ'' (ابن ماجہ کتاب الاعتکاف باب فی المعتکف یلزم مکان من المسجد) یعنی حضور ﷺ جب اعتکاف شروع فرماتے تو آپؐ کے لئے بستر بچھایا جاتا اور ایک ایسے ستون کی اوٹ میں آپ کی چارپائی بچھائی جاتی جس کا نام توبہ کا ستون تھا۔ (ایک مشہور واقعہ کی وجہ سے اس ستون کا نام استوانۃ التوبہ پڑ گیا تھا)

دوران اعتکاف بلند آواز سے تلاوت کرنا مناسب نہیں جبکہ قریب دیگر معتکفین بھی ہوں

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اعتکاف ایک انفرادی عبادت ہے اور کوئی ایسا فعل نہیں کرنا چاہیے جس سے دوسرے معتکفین کی عبادت میں حرج ہوتا ہو۔ حتی کہ قرآن مجید بھی دھیمی آواز سے پڑھنے کی ہدایت ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ:

اعْتَكَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَسَمِعَهُمْ يَجْهَرُونَ بِالْقِرَاءَةِ، فَكَشَفَ السِّتْرَ، وَقَالَ: ''أَلَا إِنَّ كُلَّكُمْ مُنَاجٍ رَبَّهُ، فَلَا يُؤْذِيَنَّ بَعْضُكُمْ بَعْضًا، وَلَا يَرْفَعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الْقِرَاءَةِ''، أَوْ قَالَ: ''فِي الصَّلَاةِ'' آنحضرتؐ نے مسجد میں اعتکاف کیا۔ اعتکاف کے دوران آپ نے بعض افراد کو اونچی آواز سے تلاوت قرآن مجید کرتے سنا۔ اس پر آپ ﷺ نے اپنے خیمہ کا پردہ ہٹا کر فرمایا: اے لوگو! تم میں سے ہر ایک شخص اپنے خدا سے سرگوشی کر رہا ہے، اس لیے تم ایک دوسرے کو تکلیف مت دو اور نہ ہی نماز میں یا قرآن مجید پڑھتے ہوئے ایک دوسرے کے مقابل پر اونچی آواز سے قراءت کرو۔

(سنن ابوداؤد ابواب قیام اللیل باب رفع الصوت بالقراءۃ فی صلاۃ اللیل)

اسی مسئلہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ: ''آپ ﷺ نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ اعتکاف کس طرح بیٹھنا چاہئے، بیٹھنے والوں اور دوسروں کے لئے کیا کیا پابندیاں ہیں روایت میں آتا ہے کہ ''آپؐ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا، آپؐ کے لئے کھجور کی خشک شاخوں کا حجرہ بنایا گیا، ایک دن آپؐ نے باہر جھانکتے ہوئے فرمایا، نمازی اپنے رب سے راز و نیاز میں مگن ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو سنانے کے لئے قراءت بالجہر نہ کرو۔'' (مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 67 مطبوعہ بیروت) یعنی مسجد میں اور بھی لوگ اعتکاف بیٹھے ہوں گے اس لئے فرمایا معتکف اپنے اللہ سے راز و نیاز کر رہا ہوتا ہے، دعائیں کر رہا ہوتا ہے۔ قرآن شریف بھی اگر تم نماز میں پڑھ رہے ہو یا ویسے تلاوت کر رہے ہو تو اونچی آواز میں نہ کرو تا کہ دوسرے ڈسٹرب نہ ہوں۔ ہلکی آواز میں تلاوت کرنی چاہئے۔ سوائے اس کے کہ اب مثلاً جماعتی نظام کے تحت بعض مساجد میں خاص وقت کے لئے درسوں کا انتظام ہوتا ہے۔ وہ ایک جماعتی نظام کے تحت ہے اس کے علاوہ ہر ایک معتکف کو نہیں چاہئے کہ اونچی آواز میں تلاوت بھی کرے یا نماز ہی پڑھے۔ کیونکہ اس طرح دوسرے ڈسٹرب ہوتے ہیں۔ تو یہ ہیں احتیاطیں جو آنحضرتؐ نے فرمائیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 اکتوبر 2004ء خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 781)

☆... معتکف ذکر الٰہی اور عبادت میں زیادہ سے زیادہ وقت صرف کرے۔ فضول باتوں میں وقت ضائع کرنا درست نہیں اور نہ بالکل خاموش رہنا درست ہے کیونکہ اسلام میں ''چپ'' کا روزہ نہیں۔ ''وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا بِخَيْرٍ وَيُكْرَهُ لَهُ الصَّمْتُ لِأَنَّ صَوْمَ الصَّمْتِ لَيْسَ بِقُرْبَةٍ''

(ہدایۃ باب الاعتکاف)

معتکف کس قسم کی حوائج ضروریہ کے لیے مسجد سے باہر جاسکتا ہے؟

حدیث کے الفاظ ہیں: ''کان لا یدخل البیت الا لحاجۃ الانسان اذا کان معتکفا'' (مسلم کتاب الطھارۃ جواز غسل الحائض رأس زوجھا) یعنی آنحضرت ﷺ اعتکاف کی حالت میں سوائے انسانی حاجت کے گھر میں نہیں آتے تھے۔

انسانی حاجت سے کیا مراد ہے۔ اس کا ایک مفہوم بیت الخلاء جانا ہے۔ اس مفہوم پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ یہ ایک ایسی ضرورت ہے جس کے لئے مسجد سے باہر آنا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر محلہ کی مسجد میں اعتکاف

بیٹھا ہے تو جمعہ پڑھنے کے لئے جامع مسجد جانے کی بھی اجازت ہے۔ اور اسے بھی حاجت انسانی سمجھا گیا ہے۔ ان کے علاوہ باقی ضروریات مثلاً درس القرآن یا اجتماعی دعا میں شامل ہونے، بال کٹوانے، کھانا کھانے (سوائے اس کے کہ مجبوری ہو مثلاً گھر سے کھانے لانے والا کوئی نہ ہو)، نماز جنازہ پڑھنے، کسی عزیز کی بیمار پرسی کرنے یا کسی کی مشایعت کے لئے باہر آنے کی اجازت میں اختلاف ہے۔ اکثر ان اغراض کے لئے مسجد سے باہر آنے کو جائز نہیں سمجھتے اور اعتکاف کی روح بھی اس امر کی مقتضی ہے کہ ان ثانوی اغراض کے لئے معتکف مسجد سے باہر نہ آئے بلکہ کلی انقطاع کی کیفیت اپنے اوپر وارد کرنے کی کوشش کرے اور اس قسم کی ترغیبات اور خواہشات کی قربانی دینے کا اپنے آپ کو عادی بنائے۔ تاہم بعض فقہاء نے کہا ہے کہ حوائج ضروریہ میں کچھ وسعت ہے۔ بعض اور ضرورتوں کے لئے بھی معتکف مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ خاص طور پر ضروری شہادت کے لئے جانے کی اہمیت مسلّم ہے کیونکہ:

(الف): ممانعت کے بارہ میں آنحضرت ﷺ کا کوئی صریح ارشاد موجود نہیں۔

(ب): اعتکاف کا لغوی مفہوم صرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ انسان عبادت کی نیت سے مسجد میں کچھ عرصہ کے لئے بیٹھ رہے۔

(ج): بعض روایات سے بھی اشارۃً اس کی تائید ہوتی ہے کہ انسان کسی اور ضرورت کے پیش نظر بھی مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔

ان کی کچھ تفصیل اس طرح ہے کہ

کیا معتکف بیمار کی عیادت کے لیے جاسکتا ہے؟

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ''كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَمُرُّ بِالْمَرِيضِ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَيَمُرُّ كَمَا هُوَ، وَلَا يُعَرِّجُ يَسْأَلُ عَنْهُ'' وَقَالَ ابْنُ عِيسَى: قَالَتْ: ''إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ الْمَرِيضَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ'' ترجمہ: نبی ﷺ اعتکاف میں ہوتے اور مریض کے پاس سے گزرتے تو اس سے حال پوچھ لیتے اور آپ رکتے نہیں تھے۔ اور اسی طرح ابن عیسیٰ کہتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا نبی ﷺ مریض کی عیادت کرلیتے اور آپؐ اعتکاف میں ہوتے۔

(ابو داؤد کتاب الصیام باب المعتکف یعود المریض)

اسی طرح حضرت عائشہؓ حضور ﷺ کی اعتکاف کی بابت سنت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ: ''السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَا يَعُودَ مَرِيضًا وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً وَلَا يَمَسَّ امْرَأَةً وَلَا يُبَاشِرَهَا وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ'' ترجمہ: سنت یہ ہے معتکف نہ کسی مریض کی عیادت کے لئے جائے اور نہ نماز جنازہ کے واسطے جائے اور نہ عورت کو چھوئے اور نہ اس کے ساتھ ازدواجی تعلق کرے اور نہ کسی ضرورت کے لئے باہر نکلے سوائے انسانی ضرورت کے لئے اور اعتکاف درست نہیں مگر روزہ کے ساتھ اور اعتکاف درست نہیں مگر جامع مسجد میں۔

(ابو داؤد کتاب الصیام باب المعتکف یعود المریض)

اسی طرح حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جن ایام میں آپ مسجد میں اعتکاف بیٹھی ہوئی ہوتی تو اُس وقت کے متعلق فرماتی ہیں: ''إِنْ كُنْتُ لَأَدْخُلُ الْبَيْتَ لِلْحَاجَةِ وَالْمَرِيضُ فِيهِ فَمَا أَسْأَلُ عَنْهُ إِلَّا وَ أَنَا مَارَّةٌ''۔ (ابن ماجہ کتاب الصوم باب فی المعتکف یعود المریض ... الخ صفحہ 127) جب بھی میں قضائے حاجت کے لئے گھر آتی اور گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو چلتے چلتے اس کی طبیعت پوچھ لیتی۔ (آپ ٹھہرنے کو روا نہ سمجھتیں)۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیادت مریض کے جواز کے بارہ میں جو لکھا ہے اس کا بھی غالباً یہی مطلب ہے کہ ایسے رنگ میں عیادت جائز ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس قسم کی احادیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یہ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بیمار کی عیادت کے لئے جا سکتے ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نہیں نکلنا چاہئے۔ یہ بھی عین آنحضرتؐ کی تعلیم کے مطابق ہے۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ''رسول اللہؐ بیمار پرسی کے لئے جاتے اور آپؐ اعتکاف میں ہوتے۔ پس آپؐ قیام کئے بغیر اس کا حال پوچھتے۔'' (ابو داؤد کتاب الصیام باب المعتکف یعود المریض)

پھر اسی طرح ابن عیسیٰ کی ایک ایسی ہی روایت ہے۔ تو تیمار داری جائز ہے لیکن کھڑے کھڑے گئے اور آ گئے۔ یہ نہیں کہ وہاں بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ضائع کرنا شروع کر دیا یا باتیں بھی شروع ہو گئیں۔ اور یہ بھی اس صورت میں ہے (وہاں مدینے میں بڑے قریب قریب گھر بھی تھے) کہ قریب گھر ہوں اور کسی خاص بیمار کو آپ نے پوچھنا ہو، اگر ہر بیمار کے لئے اور ہر قریبی کے لئے، بہت سارے تعلق والے ہوتے ہیں آپ جانے لگ جائیں تو پھر مشکل ہو جائے گا اور یہاں فاصلے بھی دور ہیں، مثلاً جائیں تو آنے جانے میں ہمیں دو گھنٹے لگ جائیں۔ اور اگر ٹریفک میں پھنس جائیں تو اور زیادہ دیر لگ جائے گی۔ یہ قریب کے گھروں میں پیدل جہاں تک جا سکیں اس کی اجازت ہے، ویسے بھی جانے کے لئے جو جماعتی نظام ہے وہاں سے اجازت لینی ضروری ہے۔ یہ میں باتیں اس لئے کر رہا ہوں کہ بعض لوگ اس قسم کے سوال بھیجتے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 اکتوبر 2004ء خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 784-783)

بعض دیگر ضروری و حقیقی حاجات کے لیے بوقت ضرورت حجرہ اعتکاف سے باہر نکلنا

بعض روایات سے بھی اشارۃً اس کی تائید ہوتی ہے کہ انسان کسی اور ضرورت کے پیش نظر بھی مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک بار حضرت صفیہؓ رات کو آپؐ سے ملنے گئیں اور دیر تک باتیں کرتی رہیں اور جب واپس ہوئیں تو آپ انہیں گھر تک پہنچانے آئے حالانکہ گھر مسجد سے کافی دور تھا۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مُعْتَكِفًا فَأَتَيْتُهُ أَزُورُهُ لَيْلًا فَحَدَّثْتُهُ، ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي، وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ ﷺ أَسْرَعَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ''عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ'' قَالَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: ''إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، فَخَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا''، أَوْ قَالَ: ''شَرًّا'' ترجمہ: ''رسول اللہؐ اعتکاف میں تھے۔ میں ان کی ملاقات کو رات کے وقت گئی۔ اور میں نے آپؐ سے باتیں کیں جب میں اٹھی اور لوٹی تو آپؐ بھی میرے ساتھ اٹھے۔ حضرت صفیہؓ کا گھر ان دنوں اسامہ بن زیدؓ کے مکانوں میں تھا۔ راستے میں انصاری راہ میں ملے۔ انہوں نے جب آپ کو دیکھا تو تیز تیز چلنے لگے۔ آپؐ نے (ان انصاریوں کو) فرمایا کہ اپنی چال سے چلو۔ یہ صفیہ بنت حُیَیّ ہے۔ ان دونوں نے یہ سن کر کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ! ہمارا ہرگز ایسا گمان آپ کے بارے میں نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا: نہیں، شیطان خون کی طرح آدمی کی ہر رگ میں حرکت کرتا ہے۔ مجھے خوف ہوا کہیں شیطان تمہارے دل میں بری بات نہ ڈال دے۔''

(ابو داؤد کتاب الصیام باب المعتکف یدخل البیت لحاجتہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''تو ایک تو آپ نے اس میں شیطانی وسوسے کو دور کرنے کی کوشش فرمائی۔ بتا دیا کہ یہ حضرت صفیہ ہیں، ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اعتکاف کی حالت میں مسجد سے باہر کچھ دور تک چلے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ اگر مسجد میں حوائج ضروریہ کا انتظام نہیں ہے، غسل خانوں وغیرہ کی سہولت نہیں ہے تو اگر گھر قریب ہے تو وہاں بھی جایا جا سکتا ہے۔ آج کل تو ہر مسجد کے ساتھ انتظام موجود ہے اس لئے کوئی ایسی دقت نہیں ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 اکتوبر 2004ء خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 784)

دوران اعتکاف اپنی حالت سنوار کے رکھنا اور مناسب خوبصورتی اختیار کرنا مناسب ہے

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ: ''كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِي إِلَيَّ رَأْسَهُ فَأُرَجِّلُهُ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ'' ترجمہ: رسول اللہؐ جب اعتکاف فرماتے تو آپ سر میرے قریب کر دیتے تو میں آپ کو کنگھی کر دیتی اور آپؐ گھر صرف حوائج ضروریہ کے لئے آتے۔

(ابو داؤد کتاب الصیام باب المعتکف یدخل البیت لحاجتہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بعض لوگ اتنے سخت ہوتے ہیں کہ ان کا خیال ہے کہ اعتکاف میں اگر عورت کا، بیوی کا ہاتھ بھی لگ جائے تو پتہ نہیں کتنا بڑا گناہ ہو جائے گا۔ اور دوسرے یہ کہ حالت ایسی بنالی جائے، ایسا بگڑا ہوا حلیہ ہو کہ چہرے پر جب تک سنجیدگی طاری نہ ہو، حالت بھی بُری نہ ہو اس وقت تک لوگوں کو خیال ہوتا ہے کہ دوسروں کو پتہ نہیں لگ سکتا کہ یہ آدمی عبادت کر رہا ہے۔ تو یہ غلط طریق کار ہے۔ تو یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ اعتکاف میں اپنی حالت بھی سنوار کے رکھنی چاہئے اور تیار ہو کے رہنا چاہئے۔ اور دوسرے یہ کہ بیوی یا کسی محرم رشتے دار سے اگر آپ سر پر تیل لگوا لیتے ہیں یا کنگھی کروا لیتے ہیں اس وقت جب وہ مسجد میں آیا ہو تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 اکتوبر 2004ء خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 785)

پس حقیقت تو یہی ہے کہ مسنون اعتکاف تو وہی ہے جو روزے کی حالت میں ہوں لیکن اگر کوئی انسان روزہ نہیں رکھ سکتا لیکن وہ بیٹھ کر عبادت، ذکر الٰہی اور دعائیں کر رہا ہے تو ہم اس کو منع نہیں کر سکتے، کیونکہ کہیں بھی یہ ذکر نہیں ہوا کہ اگر کوئی غیر روزہ دار اعتکاف میں بیٹھ کر مسجد میں بیٹھ کر تلاوت اور ذکر الٰہی اور دعائیں اور نوافل میں مشغول ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس کی عبادات کو قبول نہیں کرے گا۔

ڈاکٹر نجم السحر صدیقی۔ جرمنی

رمضان المبارک کی فضیلت

انسانی قلوب میں ایک عظیم روحانی انقلاب پیدا کرنے والا بابرکت ماہِ رمضان اپنی تمام برکتوں اور رحمتوں کو اپنے دامن میں لئے ایک بار پھر ہماری زندگیوں میں آ گیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر ایک بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں رمضان المبارک کا یہ مہینہ عنایت فرمایا جس میں تمام دنیائے مسلمان روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور فضلوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں کثرت سے آسمانی رحمتوں اور فضلوں کا نزول ہوتا ہے۔ اس ماہ کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس ماہ تمام شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ اس کے پہلے عشرہ میں خدا تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں، درمیانی عشرہ میں گناہوں کی بخشش اور مغفرت ہوتی ہے، اور آخری عشرہ میں لوگوں کو دوزخ کے عذاب سے نجات دی جاتی ہے بشرط کہ وہ روزے سچے دل اور اخلاص سے رکھیں اور اپنے ربّ کے حضور بہت دعائیں کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ درد سے بھری ہوئی دعائیں کبھی ردّ نہیں کرتا۔

یہ مہینہ وہ ہے جس میں انسان روزہ رکھ کر اپنے نفس پر قابو پانا سیکھتا ہے، اور مسلسل ذکر الٰہی، نوافل اور تہجد کے ادا کرنے سے انسان اپنے ربّ کے اور بھی قریب ہو جاتا ہے۔ اس مہینے کی برکت سے اُس کے دل میں ہمدردی خلق اور انسانیت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس ماہِ مقدس کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کو تمام کر کے قرآن پاک کی صورت میں آنحضور ﷺ پر نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:۔ تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ

(الفرقان: 2)

ترجمہ۔ بس ایک وہی برکت والا ثابت ہوا جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن پاک) اُتارا۔

فضائلِ رمضان از روئے قرآن پاک

1۔ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کے روزوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔ ’’یہ ہی وہ پاک بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن پاک کا نزول ہوا جو تمام بنی نوع انسان کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے، یہ وہ کتاب ہے جس میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے تمام امور موجود ہیں‘‘

(البقرہ: 186)

2۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں روزے کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی عظیم نعمت الٰہیٰ (تقویٰ) کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ: 184) ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

3۔ اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے:۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو اُس کی گنتی دوسرے ایام میں پوری کرے اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اُس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اُس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو۔ (البقرہ: 18)

4۔ اللہ تعالیٰ روزوں کی فضیلت بیان کرنے کے ساتھ ہی اپنے بندوں کو دعا کرنے کا درس دیتا ہے۔ کیونکہ روزہ کا مقصد ہی سراسر تقرب الٰہی ہے۔ جو بغیر دعا کے نہ ممکن ہے۔ روزے کی حالت میں جب انسان بھوکا پیاسا بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑا کر دعائیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

لہذا رمضان المبارک کا مہینہ بڑا ہی فضیلت کا حامل ہے کیونکہ اس ماہ میں بہت ہی عبادات جمع ہو جاتی ہیں اور لوگ عام دِنوں کے مقابلے سے بڑھ کر رمضان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

فضائلِ رمضان از روئے احادیث نبویؐ

احادیث نبوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے دل میں شدید تڑپ تھی کہ لوگ رمضان المبارک کی فضیلت اور اہمیت کو سمجھیں اور پورے شوق اور جذبے سے اسلام کے تیسرے رکن (روزہ) کو پورے اہتمام کے ساتھ رکھیں اور اُس کے فضائل سے مستفیض ہوں۔ فضائل رمضان کے حوالے سے چند احادیث پیشِ خدمت ہیں۔

1۔ اعرج نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’روزے ڈھال ہیں، سو کوئی شخص فحش بات نہ کرے اور جہالت کی بات، اور اگر کوئی آدمی اس سے لڑے یا گالی دے تو چاہئے کہ اُس سے دو بار کہے کہ مَیں روزہ دار ہوں، اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، روزہ دار کے مُنہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ پسند ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ وہ اپنا کھانا اور اپنا پینا اور اپنی شہوت میری خاطر چھوڑ دیتا ہے روزے میرے لئے ہیں اور میں ہی اُس کا بدلہ ہوں اور نیکی کا بدلہ دس گُنا ہے

(صحیح البخاری جلد 3، باب 2: فضل الصوم صفحہ 560-561)

اس مفصل حدیث نبویؐ سے ہمیں روزوں کی فضیلت کا اندازہ ہو جاتا ہے یعنی رمضان المبارک وہ بابرکت مہینہ ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتا ہے، جس کے مُنہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پیاری ہو جاتی ہے۔

2۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

(حدیث نمبر 270 ماخوذ از کتاب حدیقۃ الصالحین صفحہ 312)

اس حدیثِ مبارکہ میں رمضان المبارک کی کتنی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان کو اس ماہ میں جکڑ دیا جاتا ہے تا کہ وہ کسی کو بہکا نہ سکے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں تا انسان اس ماہ میں اپنے ربّ کی خوب عبادت کر کے اور جنت کا وارث بن جائے۔

3۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔ ’’جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں اُٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔‘‘

(حدیقۃ الصالحین)

رمضان کی فضیلت حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں

حضور فرماتے ہیں:۔ ’’شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ سے ماہِ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے، صوفیا نے لکھا ہے کہ ماہِ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے، کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے، اور صوم تجلیٔ قلب کرتا ہے، تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلیٔ قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 256-257 ایڈیشن 1984ء)

رمضان کی فضیلت خلفاء احمدیت کی نظر میں

1۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں کہ۔

’’یاد رکھو اسی مہینہ میں قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تھا اور قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت اور نور ہے .... روزہ سے فارغ البالی پیدا ہوتی ہے اور دنیا کے کاموں میں سُکھ حاصل کرنے کی راہیں حاصل ہوتی ہیں..... روزہ سے انسان قرب حاصل کر سکتا اور متقی بن سکتا ہے، اور اگر لوگ پوچھیں کہ روزہ سے کیسے قرب حاصل ہو سکتا ہے تو کہہ دے۔ ترجمہ یعنی میں قریب ہوں اور اس مہینہ میں دعائیں کرنے والوں کی دعائیں سنتا ہوں۔‘‘

(خطباتِ نور صفحہ 263)

حضور مزید فرماتے ہیں۔ ’’غرض روزہ جو رکھا جاتا ہے تو اس لئے کہ انسان متقی بنا سیکھے۔ ہمارے امام فرمایا کرتے ہیں کہ بڑا ہی بدقسمت ہے وہ انسان جس نے رمضان تو پایا مگر اپنے اندر کوئی تغیر نہ پایا‘‘

(خطباتِ نور صفحہ 265 خطبہ یکم نومبر 1907ء)

2۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ:۔

’’یہ رمضان کا مہینہ بڑے انعامات کا بڑے خوف کا مہینہ ہے۔ پس تم رمضان سے پہلے پہلے فیصلہ کر کے اپنے نفسوں میں تبدیلی کرو اور اِتَّقُوْا رَبَّكُم کے ارشاد کی تعمیل کرو‘‘

٭حضورؓ احباب جماعت کو مزید نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ ’’پس تم اس مبارک گھڑی میں عہد کرلو کہ ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارے سب عمل خدا کے لئے ہوں گے نہ کہ رسم و عادت کے طور پر، کون جانتا ہے کہ مجھے اگلا مہینہ ملے گا یا نہیں، شائد یہ دن آخری دن، یہ مہینہ آخری مہینہ، یہ سال آخری سال ہو، زندگیوں کا کوئی اعتبار نہیں اس بابرکت گھڑی سے فائدہ اٹھاؤ۔‘‘

(خطباتِ محمود جلد 4 صفحہ 6)

3۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں کہ:۔

’’ماہِ رمضان بہت ہی برکتیں لے کر آتا ہے .... اس ماہ میں صرف روزے ہی رکھنے کا حکم نہیں.... یہ ماہ دعائیں کرنے کا ہے، نوافل ادا کرنے کا ہے، ذکر الٰہی سے اپنے اوقات کو معمور کرنے کا ہے، نیز مستحقین کا خاص طور پر خیال رکھنے کا مہینہ ہے اور اگر انسان غور کرے تو یہ ایک ایسا مہینہ ہے جو بڑے اور چھوٹے کو ایک مقام پر لا کھڑا کر دیتا ہے اور برابر کر دیتا ہے‘‘

٭حضور رمضان کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’اس ماہ کی ایک عظمت یہ بھی ہے کہ احادیث میں آتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ماہِ رمضان میں جتنا قرآن کریم اس وقت تک نازل ہو چکا ہوتا تھا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اُس کا دور کیا کرتے

بقیہ صفحہ 6 پر

عاطف وقاص۔ ٹورنٹو کینیڈا

آؤ! اُردو سیکھیں

سبق نمبر 41

ہم گزرے ہوئے زمانے یعنی ماضی کے اعتبار سے فعل کی مختلف اقسام اور حالتوں پہ بات کر رہے ہیں اور اسی مناسبت سے سوالیہ اور منفی جملے بھی بنائے جارہے ہیں۔ تا کہ مختلف مثالوں سے وضاحت کی جاسکے۔

ماضی احتمالی (یا شکیہ): اس میں احتمال یا شک پایا جاتا ہے۔ اس حالت کے جملوں کے آخر میں ہو گا کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ جیسے آیا ہو گا، لایا ہو گا۔ مگر کبھی گا ہٹادیا جاتا ہے۔ جیسے ہوسکتا ہے وہ آیا ہو اور تم نہ ملے ہو۔ پہلی صورت میں یعنی جب گا کا اضافہ کر دیا جاتا ہے شک یا احتمال بہت مضبوط ہوتا ہے۔ جیسے وہ ضرور آیا ہو گا۔ جبکہ دوسری صورت میں شک یا احتمال کمزور ہوتا ہے جیسے ممکن ہے وہ آیا ہو۔

جملے

وہاں بارش ہوئی ہو گی۔ رات کو چاند نکلا ہو گا۔ ہوسکتا ہے کسی نے دستک دی ہو تم نے سنی نہ ہو۔ اس زمانے میں بہت مخالفت ہوئی ہو گی۔ لوگ اپنے رہنما کو دیکھ کر جھوم اٹھتے ہوں گے۔

دوسری صورت

شاید بارش ہوئی ہو۔ ممکن ہے اس نے درخواست دی ہو مگر اس کی دادرسی نہ ہوئی ہو۔ شاید وہ آیا ہو اور ہم سے نہ ملا ہو۔

منفی جملے

اس ملک میں قحط ہے شاید وہاں بارشیں نہیں ہوئی ہوں گی۔ وہ سب سے ناراض تھا مجھے نہیں لگتا کہ وہ تقریب میں آیا ہو گا۔ آپ کو وہاں مزہ نہیں آیا ہو گا۔ وہ جلد لوٹ آیا ہے شاید دفتر بند ہو گیا ہو گا۔

سوالیہ جملے

کیا پتا وہاں کیا ہوا ہو گا؟ کون جانے اس نے کیا سوچا ہو گا؟ کبھی تم نے سوچا ہے کہ تمھاری نااہلی کے باعث کیا کیا نقصانات ہوئے ہوں گے؟

ماضی شرطیہ (یا تمنائی)

جس میں شرط یا تمنا پائی جائے۔ اس میں فعل کے مادے کے بعد تا بڑھایا دیا جاتا ہے۔ یہ بات ایک مرتبہ پھر واضح کر دیتے ہیں کہ فعل یعنی Verb کے آخر سے نا ہٹادیں تو باقی رہ جانے والا حصہ فعل کا مادہ کہلاتا ہے۔ جیسے آنا سے آ اور جانا سے جا۔ پس ماضی شرطیہ میں آنا سے آتا اور جانا سے جاتا اور کرنا سے کرتا بن جاتا ہے۔

جملے

بارش ہوتی تو مزہ آجاتا۔ تم تقریب میں آتے تو لطف دوبالا (doubled) ہو جاتا۔ اس کو بھی کوئی مدعو کرتا تو وہ چلا جاتا۔ یہ کھانا آپ بناتے تو اچھا ہوتا۔

احتمال: ماضی شرطیہ سے بھی احتمال کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے کیا آپ کو لگتا ہے کہ وہ بن بلائے آجاتا۔ میرا خیال ہے کہ وہ آجاتا۔

وقوع فعل

کبھی ماضی شرطیہ صرف یہ ظاہر کرتی ہے کہ ایک کام ماضی یعنی گزرے زمانے میں ہوا ہوتا۔ جیسے تمہیں کیا وہ اپنا کام کرتا یا نہ کرتا۔ یہ بہت مشکل تھا کہ میں پہلے تمہارے پاس آتا اور پھر وہاں جاتا۔

یہاں ماضی کا زمانہ ختم ہوتا ہے اور اب ہم زمانہ حال پہ بات کریں گے۔

فعل حال

فعل یعنی کام یا Verb اور حال یعنی موجودہ زمانہ۔ یعنی جب بات کرنے کسی کام کے بارے میں بات کرے تو وہ کام اسی وقت ہو رہا ہو۔ اسے انگریزی میں Present اور Progressive کہا جاتا ہے۔ اردو زبان میں اس کی چھ اقسام ہیں۔

1۔ مضارع

یہ حالت ہوتی تو زمانہ حال ہی کی ہے مگر صاف صاف زمانہ حال کو ظاہر نہیں کرتی۔ اس میں کئی قسم کے معنی کی جھلک پائی جاتی ہے۔ بعض اردو زبان کے ماہرین اسے مضارع کہتے ہیں اور ماضی، حال مستقبل تینوں زمانوں سے باہر سمجھتے ہیں۔ لیکن ایک فعل یعنی Verb کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان تینوں میں سے کسی ایک زمانے میں ہو۔ سمجھنے اور پکارنے کی خاطر ہم اسے مضارع ہی کہیں گے مگر اس کو حال ہی کے تحت رکھا جائے گا۔

بنانے کا طریقہ: فعل کے مادے کے آخر میں ’’ئے‘‘ بڑھانے سے مضارع بنتا ہے۔ ’’ئے‘‘ کو اردو میں یائے مجہول کہا جاتا ہے۔

مثالیں: کھا سے کھائے۔ لا سے لائے۔ بنا سے بنائے۔ دکھا سے دکھائے۔ اٹھ سے اٹھائے۔ لکھ سے لکھائے وغیرہ۔ جمع کی صورت میں کھا سے کھائیں۔ جا سے جائیں۔ مخاطب میں یعنی جب second person ہو تو تم لاؤ اور جمع کے لئے آپ لائیں۔ خود اپنے آپ کے لئے یعنی متکلم کے لئے میں لاؤں اور ہم لائیں۔

استعمال: جب زمانہ حال میں زمانہ شرطیہ بیان کرنا ہو تو مضارع سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ یعنی ایک ایسا کام، خواہش یا خیال جس کے بارے میں یقین نہ ہو کہ ہو گا یا نہیں مگر امید، اندیشہ، خوف، گمان وغیرہ ہو۔ جیسے میں اس قابل تو نہیں وہ اگر قبول کر لے تو میرا نصیب۔ پھر اگر بارشیں ہوں تو خشک سالی جاتی رہے۔ شرط یا تمنا کے اس اظہار کے دو طریقے ہیں یا تو اسے حال مطلق میں بیان کرتے ہیں جیسے بارش ہوتی ہے تو فصلیں سیراب ہوتی ہیں۔ تو یہ فقرہ Simple Present/ Present Indefinite Tense میں ہے لیکن اس کی دوسری حالت ایک طرح سے future tense میں ہوتی ہے تاہم اسے اردو میں حال ہی سمجھا جاتا ہے اور اسے مضارع کہا جاتا ہے جیسے۔ بارش برسے تو کھیت پھولے۔ وہ دعا سنے تو نصیب کھلے۔ تم آؤ تو ہم جئیں۔ وغیرہ۔ پہلی حالت ایک حقیقت ہے جسے شرطیہ صورت دی گئی ہے جبکہ دوسری صورت اصلی شرطیہ حالت ہے جس میں امید اور توقع یا تمنا پائی جاتی ہے۔

حیرت و استعجاب

مضارع کبھی حیرت اور عجیب شے دیکھ کر اس پہ احساسات کے اظہار کے لئے بھی آتا ہے اور بعض اوقات یہ افسوس کا اظہار بھی کرتا ہے۔ جیسے افسوس، وہ اتنی دور آئے اور بے مراد چلا جائے۔ آپ اور ہمارے گھر، یقین نہیں آتا۔

اجازت اور طلب مشورہ

مضارع بعض اوقات اجازت اور مشورہ طلب کرنے کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے اجازت ہو تو اندر آجاؤں۔ آپ فرمائیں تو وہ جائے۔ یعنی اس قسم کی باتیں بھی زمانہ حال میں سمجھی جاتیں ہیں۔ بعض اوقات انسان اپنے دل میں مشورہ کرتا ہے اور متکلم کا صیغہ استعمال کرتا ہے یعنی First Person جیسے کیا کروں کیا نہ کروں۔ کیا کروں کچھ سمجھ نہیں آتی۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

اصل بات یہ ہے کہ جب تک انسان کسی بات کو خالی الذہن ہو کر نہیں سوچتا اور تمام پہلوؤں پر توجہ نہیں کرتا اور غور سے نہیں سنتا اس وقت تک پرانے خیالات نہیں چھوڑ سکتا اس لئے جب آدمی کسی نئی بات کو سنے تو اسے یہ نہیں چاہیے کہ سنتے ہی اس کی مخالفت کے لئے طیار ہو جاوے بلکہ اس کا فرض ہے کہ اس کے تمام پہلوؤں پر پورا فکر کرے اور انصاف اور دیانت اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے خوف کو مدّنظر رکھ کر تنہائی میں اس پر سوچے۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 231 ایڈیشن 2016ء)

اقتباس کے مشکل الفاظ کے معنی

خالی الذہن: ہر تعصب، نفرت، حسد سے بچتے ہوئے کسی بات پر توجہ دینا۔ بات سننے سے پہلے ہی سنی سنائی بات پہ یا اپنے پرانے علم پہ اڑے رہ کر انسان کوئی نئی علمی بات نہیں سیکھ سکتا پس جہاں سیکھنا اہم ہے وہاں پرانے سیکھے ہوئے کو غلط یا ناقص پا کر اسے ان سیکھا کرنا بھی اتنا ہی اہم ہے۔

تمام پہلوؤں پر توجہ کرنا: کسی بات، دعویٰ، دلیل، نظریے کی تمام تر تفصیلات جاننا اور ان پر غور کرنا۔

فکر کے اصول: تمام تفصیلات پر غور کرنا، انصاف سے کام لینا یعنی کسی تعصب، مفاد، حسد، نفرت کو راہ نہ دینا۔ دیانت یعنی Integrity سے کام لینا سیاہ کو سیاہ کہنا اور سفید کو سفید کہنا چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کا خوف اور تنہائی میں سوچنا۔ اس اصول سے ایک متقی عالم دنیاوی علما سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ وہ صرف علمی اصولوں کو ہی نہیں مانتا بلکہ وہ بیان کرنے والے کی صحت نیت پر بدظنی نہیں کرتا۔

سنتے ہی مخالفت کے لئے تیار ہو جانا: یہ بھی علمی ترقی میں ایک بہت بڑی روک ہے کہ انسان غیر ضروری خود اعتمادی کا شکار ہو اور نتائج نکالنے میں جلدی کرے۔ اور نہ صرف نتائج نکالنے میں جلدی کرے بلکہ فوراً ہی اس نظریے کی مخالفت شروع کر دے۔ حضورؑ کے بیان فرمودہ یہ اصول حصول علم کی دنیا میں عالمگیر سچائیاں ہیں جنھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

غور سے سننا: جب انسان اپنے پرانے خیالات پر بضد ہو تو وہ نئی بات سنتا تو ہے مگر نہیں سنتا۔ علم کی دنیا میں سچائی تک پہنچنے کے لئے یہ انتہائی اہم اصول ہے کہ کسی دعویٰ، دلیل یا نظریے کو غور سے سنا یا پڑھا جائے اور اس کی تمام تر تفصیلات جاننے سے قبل کسی بھی نتیجے تک پہنچنے سے گریز کیا جائے۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

مقدر کی رات

حارث محمود۔ایسٹ لندن

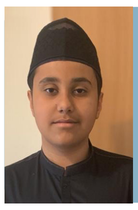

ایک طفل حارث محمود بعمر 12 سال نے لیلۃ القدر پر انگریزی زبان میں ایک مضمون قلمبند کر کے بھیجا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ قارئین کے افادہ کے لئے اس کا ترجمہ اور اسے قابل اشاعت بنانے کے لئے مکرمہ عفت وہاب بٹ آف ڈنمارک نے خدمات سرانجام دی ہیں۔ فجزاھا اللہ تعالیٰ۔ دیگر اطفال و ناصرات کی حوصلہ افزائی کے لئے بھی یہ کالم مختصر مضامین کا منتظر رہے گا۔

رمضان کے مبارک مہینے کے آتے ہی ہر ایمان لانے والے اور خدا تعالیٰ سے ملاقات کی خواہش رکھنے والے دلوں میں ایسی عبادت کرنے کا دل کرنے لگتا ہے جس سے کسی بھی طرح اپنے پیارے اللہ کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہو جائے۔

سُورۃالقَدر وہ عظیم الشان سورۃ ہے جس نے ہمیں لیلۃالقدر کی بابرکت رات کا پتہ بتایا۔ یہ بھی ہمیں سمجھایا کہ یہ رات کوئی عام راتوں کی طرح ہر گز نہیں بلکہ یہ تقدیروں کو بدل دینے والی رات ہے۔ اس رات کے سامنے ہزار راتوں کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں فرمایا کہ یہ (عظیم الشان) تقدیروں والی رات تو ہزار مہینے سے بھی بہتر ہے۔

لیلۃ القدر ایک بڑی ہی برکت والی رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے ان پیاروں پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے جو خلوص اور وفاداری سے اس پر ایمان لائے ہیں اور اپنے پیارے خدا سے محبت کرتے ہیں اور اپنے پیارے اللہ کی جو بھی مرضی ہو اس کو پوری طرح مانتے ہیں۔ یہ ایک ایسی رات ہے جس کا تعلق عام طور پر قرآن کریم کے نازل ہونے سے جوڑا جاتا ہے لیکن اس کے ایک دوسرے معنی بھی ہیں جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین خوبی یعنی اس کے رحمٰن ہونے سے جڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوبی رحمانیت وہ ہے جو اپنے اندر بے مثال گہرائی رکھتی ہے۔

قرآن کریم سے ہم سمجھتے ہیں کہ لیلۃ القدر کا یہ مطلب یہ ہے کہ یہ ’’قدر کی رات‘‘ ہے۔ یہ رات وہ ہے جس کو ہزار راتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے۔اور جس میں فرشتے زمین پر اترتے ہیں اور انسانوں میں نئی زندگی ڈال دیتے ہیں۔ ہم قرآن پاک کی ایک اور آیت میں اس رات کو بابرکت رات کا نام دیا گیا ہے۔

سورۃ القدر میں اللہ تعالیٰ ان بابرکت ترین راتوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے جن میں حضرت خاتم الانبیاء ﷺ پر قرآن مجید نازل ہوا اور آپ نے وہ مبارک آیات تلاوت فرمائیں جو ہمیشہ ایمان لانے والے کے دلوں میں زندہ رہیں گی۔

حضرت خلیفہ الثانیؓ فرماتے ہیں لفظ ’’ایک ہزار مہینے‘‘ (اَلفِ شھَر) کے بہت سے مطلب ہیں جن میں سے دو یہ ہیں۔

1۔لیلۃ القدر ان گنت راتوں سے بہتر ہے اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تمام دوسرے زمانوں سے زیادہ بہتر ہے۔

2۔قرآن کریم کی مکمل تعلیم اور اس کی قیمت دنیا کے تمام اہل علم کی مشترکہ تحقیق اور کوششوں سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے۔

رمضان کے بابرکت مہینے میں شیطان کو بند کر دیا جاتا ہے اسی لئے خدا پر ایمان لانے والے شیطان کے خوف سے آزاد ہو کر نیکیاں کر سکتے ہیں کیونکہ اب ان کو خدا کے راستے سے دور لے جانے والا کوئی نہیں۔ خاص طور پر رمضان کے آخری دس دنوں کو گناہوں سے نجات پانے کے دن بھی کہا جاتا ہے اور اسی لئے لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری دس دنوں میں حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہمارے پیارے خلفاء رمضان کے مہینے کی عظمت اور برکات لیلۃ القدر کی اہمیت اور اس بابرکت ترین رات کے حاصل کرنے کی جانب ہمیشہ اپنے خطبات میں توجہ دلاتے رہے ہیں۔

حضرت خلیفہ رابع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے 23 جنوری 1993 کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں کہ ’’خصوصیت سے اس ماہ مقدس کے آخری عشرہ میں وہ لیلۃ القدر بھی آتی ہے جس میں خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی مضطریانہ دعاؤں اور فریادوں کو سنتے ہوئے ایسا نور عطا فرماتا ہے جو اس رات کی تاریکی کو کافور کر کے انہیں نور سے بھر دیتا ہے۔ ان کی زندگیاں سنور نے لگتی ہیں۔ ان کی آنکھیں روشن اور دل نورانی ہو جاتے ہیں اور پھر ان کا نور ان کے آگے آگے چلتا ہے اور وہ دوسروں کے لئے بھی اندھیروں سے نجات کا ذریعہ بنتے ہیں۔ پس آیئے! رمضان کے ان مبارک ایام میں خصوصیت کے ساتھ نہایت عاجزی وزاری اور تضرع وابتہال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے ہوئے اس کے فضل اور رحم کو طلب کریں۔‘‘

حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 14 جنوری 2003 میں فرمایا کہ ’’حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ماہ رمضان کے شروع سے آخر تک تمام نمازیں باجماعت ادا کیں تو اس نے لیلۃ القدر کا بہت بڑا حصہ پالیا۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کا مہینہ شروع ہو گیا ہے جو ایک بابرکت مہینہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کے روزے رکھنا تم پر فرض کئے ہیں۔ اس میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شیطان جکڑ دئے جاتے ہیں۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو اُس کی خیر سے محروم کیا گیا وہ محروم کر دیا

بقیہ صفحہ 4 پر

چھوٹی مگر سبق آموزبات

اللہ کا شکر ادا کریں

اگر آپ کو کوئی روکنے ٹوکنے والا اور آپ کی اصلاح کرنے والا ہے تو اللہ کا شکر ادا کریں۔ کیونکہ جس باغ کا مالی نہ ہو وہ بہت جلد اجڑ جاتا ہے اور ویران ہو جاتا ہے۔

مرسلہ: محمد عمر تیاپوری۔ انڈیا

21 اپریل 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:37	18:42
مدینہ منورہ	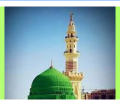	04:33	18:46
قادیان		04:27	19:01
ربوہ		04:07	18:41
اسلام آباد ٹلفورڈ	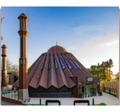	04:26	20:08

فقہی کارنر

روزہ کی حالت میں آئینہ دیکھنا

حضرت اقدسؑ کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کو آئینہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا: ’’جائز ہے‘‘

(بدر 7 فروری 1907ء صفحہ 4)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)